بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اصولِ حدیث

افادات: متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ابتدائیہ:

ادلہ شرعیہ میں سے دوسری دلیل حدیث مبارک ہے جسے قبول کرنے یا نہ کرنے کے کچھ اصول وضوابط ہیں۔ اس حوالے سے اس فائل میں درج ذیل تین امور بیان ہوں گے:

[1]: تمہید

[2]: دس فصول

[3]: خاتمہ

ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:

1: تمہید

اس میں چار بنیادی باتیں مذکور ہوں گی۔

۱: حدیث مبارک کی تعریف، تقسیم اور احکام اجتہادی ہیں، منصوص نہیں۔

۲: مسائل اجتہادیہ کا اصول کہ ہر مجتہد کے مسئلہ میں صواب اور خطا دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

۳: یہ بات ممکن ہے کہ ایک حدیث ایک محدث کے ہاں صحیح ہو اور دوسرے کے ہاں ضعیف۔ اسی طرح ایک حدیث کا راوی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہو اور دوسرے کے ہاں ضعیف۔

۴: ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے مجتہد کے خلاف حجت نہیں ہوتا۔

2: دس فصول

فصل اول: حدیث کی تعریف، حدیث خبر اور اثر میں نسبت، حدیث اور سنت میں فرق، اصولِ حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض وغایت

فصل دوم: حدیث مبارک کی بنیادی تقسیم؛ خبرِ متواتر اور خبرِ واحد، پھر خبر متواتر کی چار اقسام:

1: تواتر اسناد، 2: تواتر طبقہ، 3: تواتر توارث، 4: تواتر قدرِ مشترک

فصل سوم: منتہیٰ کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم؛(چار اقسام ہیں)

1: حدیث قدسی، 2: حدیث مرفوع، 3: حدیث موقوف، 4: حدیث مقطوع

فصل چہارم: راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم؛(سولہ اقسام ہیں)

حدیث صحیح لذاتہ حدیث حسن لذاتہ حدیث صحیح لغیرہ حدیث ضعیف

حدیث حسن لغیرہ موضوع حدیث متروک حدیث شاذ

حدیث محفوظ حدیث منکَر حدیث معروف حدیث معلَّل

حدیث مضطرَب حدیث مقلوب حدیث مصحَّف حدیث مدرَج

فصل پنجم: راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم؛(تین اقسام ہیں)

1: حدیث مشہور 2: حدیث عزیز 3: حدیث غریب

فصل ششم: اتصال سند وانقطاع سند کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم؛(سات اقسام ہیں)

1: حدیث مُسْنَد 2: حدیث مُتَّصِل 3: حدیث مُنقطِع 4: حدیث معلّق

5: حدیث مُعضَل 6: حدیث مرسَل 7: حدیث مدلَّس

فصل ہفتم: حدیث ضعیف کا بیان۔ اس میں چار امور کا بیان ہو گا:

1: ضعیف کی تعیین 2: ضعیف اور موضوع میں فرق

3: ضعیف معمول یا متروک 4: حدیث ضعیف کے متعلق ائمہ کا طرز

فصل ہشتم: حدیث مقبول اور غیر مقبول کا بیان۔ حدیث مقبول کی درج ذیل چھ صورتیں بیان ہوں گی:

1: حدیث کا موافق بالقرآن ہونا

2: حدیث کا متواتر ہونا

3: حدیث کے مضمون پر اجماع ہونا

4: حدیث کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہونا

5: حدیث سے مجتہد کا استدلال کرنا

6: حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا

حدیث غیر مقبول کی درج ذیل چھ صورتیں بیان ہوں گی:

1: مضمونِ حدیث کا متن قرآن کریم کے خلاف ہونا

2: خبر واحد کا سنت مشہورہ اور متواترہ کے خلاف ہونا

3: حدیث کا اجماعِ امت کے خلاف ہونا

4: خبرِ واحد کا قواعدِ کلیہ کے خلاف ہونا

5: مضمونِ حدیث کا عمومِ بلویٰ کا خلاف ہونا

6: ضرورت کے باوجود حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال نہ کرنا

فصل نہم: احادیث متعارضہ اور اس کا حل۔ تین ممکنہ حل؛ تطبیق، نسخ اور ترجیح کا بیان ہو گا۔

فصل دہم: اصولِ حدیث کی چند معروف و مشہور کتب مع کتبِ احناف کا تذکرہ

3: خاتمہ

اس میں درج ذیل تین امور بیان ہوں گے:

1: چند کتبِ احادیث کا تعارف مع کتبِ حدیث کی اقسام اور طبقات

2: چند اصولِ حدیث کا تعارف

3: حدیث بیان کرنے والے ائمہ کے القابات

﴿تمہید﴾

پہلی بات:

حدیث مبارک کی تعریف، تقسیم اور احکام اجتہادی ہیں، منصوص نہیں۔

چنانچہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی الشافعی رحمہ اللہ (ت748ھ) فرماتے ہیں:

"هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بِأَسْمَاءِ مُعَدِّلِيْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ النَّبَوِيِّ وَمَنْ يُرْجَعُ إِلَى اجْتِهَادِهِمْ فِي التَّوْثِيْقِ وَالتَّضْعِيْفِ وَالتَّصْحِيْحِ وَالتَّزْيِيْفِ"

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج1ص7)

ترجمہ: اس کتاب میں ان قابل اعتماد لوگوں کا تذکرہ ہے جو علوم نبوی کے وارث ہیں اور راویوں کی توثیق وتضعیف اور حدیث کی تصحیح وناقابل قبول ہونے کے معاملے میں ان کے اجتہاد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

محدث العصر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) فرماتے ہیں:

"إِنَّ تَضْعِيْفَ الرِّجَالِ وَتَوْثِيْقَهُمْ وَتَصْحِيْحَ الْأَحَادِيْثِ وَتَحْسِيْنَهَا أَمْرٌ اجْتِهَادِيٌّ "

(قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: 49)

ترجمہ: کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف کہنا اور کسی حدیث کو صحیح یا حسن کہنا اجتہادی معاملہ ہے۔

دوسری بات:

اجتہادی مسائل کے بارے اصول ہے کہ ہر مجتہد کے مسئلہ میں صواب اور خطا دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

چنانچہ امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نُجَیم الحنفی رحمہ اللہ (ت970ھ) فرماتے ہیں:

"إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا فِي الْفُرُوعِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُجِيبَ بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبَ مُخَالِفِيْنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ، لِأَنَّكَ لَوْ قَطَعْتَ الْقَوْلَ لَمَا صَحَّ قَوْلُنَا إِنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ: اَلْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا"

(الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان: ص330 فائدۃ فی اعتقاد الانسان فی مذہبہ ومذہب غیرہ)

ترجمہ: جب فروعی مسائل کے بارے میں ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا موقف درست ہے اس میں خطا کا احتمال ہے ہمارے مخالف کا موقف خطاء ہے جس میں درستگی کا احتمال ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ جواب دیا کہ ہمارا موقف ہی ٹھیک ہے تو پھر یہ کہنا کہ "مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور اس کا اجتہاد درست بھی ہوتا ہے" ٹھیک نہ ہوگا۔ اور جب ہم سے عقیدے سے متعلق ہمارے اور مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (ت 1225ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ"

(التفسیر المظہری: تحت تفسیر سورۃ الانبیاء آیت 79 ﴿فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ﴾)

ترجمہ: اجتہادیات میں مجتہد کا اجتہاد درست بھی ہوتا ہے اور اس میں خطا بھی ہو سکتی ہے۔

تیسری بات:

چونکہ حدیث مبارک پر حکم لگانا اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسائل میں ماہرین کا اختلاف ہو جاتا ہے اس لئے ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ایک محدث کے ہاں صحیح ہو اور دوسرے کے ہاں ضعیف۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حدیث کا راوی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہو اور دوسرے کے ہاں ضعیف۔ لہذا کسی حدیث مبارک کا بعض محدثین کے ہاں ضعیف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سب کے ہاں ضعیف ہو، اسی طرح کسی راوی کا بعض ائمہ کے نزدیک مجروح ہونے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ وہ سب کے نزدیک مجروح ہو۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) فرماتے ہیں:

"وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَبِي مَعْشَرٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَاسْمُهُ نَجِيحٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ."

(جامع الترمذی: ج1 ص187 باب ما بین المشرق والمغرب قبلۃ)

ترجمہ: بعض محدثین نے اس حدیث مبارک کے راوی ابو مَعشر نَجیحؒ پر حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ امام محمد (بن اسماعیل البخاری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے کوئی روایت نہیں لیتا، ہاں دیگر

محدثین اس سے روایت لیتے ہیں۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی رحمہ اللہ (ت 676ھ) فرماتے ہیں:

"عَابَ عَائِبُوْنَ مُسْلِمًا بِرِوَايَتِهٖ فِي صَحِيْحِهٖ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الضُّعَفَاءِ ...... وَلَا عَيْبَ عَلَيْهِ بَلْ جَوَابُهٗ مِنْ أَوْجُهٍ..... أَحَدُهَا: أَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ فِيْمَنْ هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ غَيْرِهٖ ثِقَةٌ عِنْدَهٗ"

(مقدمہ شرح شرح مسلم: ص24)

ترجمہ: بعض حضرات نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم میں ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی کئی توجیہات بیان کی گئی ہیں: ایک یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جو راوی دیگر محدثین کے ہاں ضعیف ہے وہ امام مسلم کے ہاں صحیح ہو۔

حافظ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

لِيُعْلَمْ أَنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمَقْبُولِينَ عِنْدَ الْأُمَّةِ قَبُولًا عَامًّا يَتَعَمَّدُ مُخَالَفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنْ سُنَّتِهٖ ؛ دَقِيقٍ وَلَا جَلِيلٍ ؛ فَإِنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ اتِّفَاقًا يَقِينِيًّا عَلَى وُجُوبِ اتِّبَاعِ الرَّسُوْلِ وَعَلَى أَنَّ كُلَّ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ إِذَا وُجِدَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَوْلٌ قَدْ جَاءَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ بِخِلَافِهٖ فَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْ عُذْرٍ فِي تَرْكِهٖ ...... وَلِذٰلِكَ أَسْبَابٌ : مِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ يَعْتَقِدُهٗ أَحَدُهُمَا ضَعِيفًا وَيَعْتَقِدُهُ الْآخَرُ ثِقَةً وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ عِلْمٌ وَاسِعٌ..... وَلِلْعُلَمَاءِ بِالرِّجَالِ وَأَحْوَالِهِمْ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْإِجْمَاعِ وَالِاخْتِلَافِ مِثْلُ مَا لِغَيْرِهِمْ مِنْ سَائِرِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عُلُومِهِمْ.

(رفع الملام عن الائمۃ الاعلام: ص9، ص20،19)

ترجمہ: یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ: جن ائمہ کو امت کے ہاں قبولیت عامہ حاصل ہے ان میں سے کوئی بھی جان بوجھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی سنت کی مخالفت نہیں کرتا، چاہے سنّت چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ یہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا واجب ہے اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے علاوہ ہر بندے کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے، چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔ اگر کبھی کسی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف نظر آجائے تو اس صحیح حدیث کے چھوڑنے پر امام کے پاس کوئی نہ کوئی عذر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ امام اپنے اجتہاد سے اسے ضعیف سمجھتا ہے جبکہ دیگر

حضرات اسے اپنے اجتہاد سے صحیح سمجھتے ہیں۔اور اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف سمجھتا ہے اور دوسرا اسی کو صحیح سمجھتا ہے اور حدیث کی صحت وضعف ،رواۃ کی توثیق وتضعیف یہ ایک وسیع علم ہے ، علمائے کرام کا اس بارے میں اتفاق بھی ہوتا ہے اختلاف بھی ہوتا ہے جس طرح دیگر علوم میں اتفاق اور اختلاف دونوں چلتے ہیں۔

چوتھی بات:

ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے مجتہد کے خلاف حجت نہیں ہوتا۔

چنانچہ محدث علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ)فرماتے ہیں:

"وَلَا يَخْفٰى أَنَّ ظَنَّ الْمُجتَهِدِ لَا يَكُوْنُ حُجَّةً عَلٰى مُجْتَهِدٍ آخَرَ."

(قواعد فی علوم الحدیث:ص50)

ترجمہ: یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے مجتہد پر حجت نہیں ہوتا۔

فصل نمبر:1

1:حدیث کی تعریف	2:حدیث، خبر اور اثر میں نسبت	3:حدیث اور سنت میں فرق
4:اصول حدیث کی تعریف	5:اصول حدیث کا موضوع	6:اصول حدیث کی غرض

حدیث کا لغوی معنیٰ:

لغت میں حدیث کے دو معانی آتے ہیں:

1: حدیث کا لغوی معنیٰ "جدید" اور "نیا" ہے۔ اس لفظ کے مقابل لفظ "قدیم" استعمال ہوتا ہے۔

امام ابو الفضل محمد بن مُکَرَّم بن علی المعروف ابن منظور الانصاری رحمہ اللہ (ت711ھ) لکھتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ نَقِیْضُ الْقَدِیْمِ"

(لسان العرب: مادہ حدث)

ترجمہ: لفظ حدیث؛ پرانی چیز کی ضد ہے۔

سلطان المحدثین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ (ت1014ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ: وَھُوَ فِی اللُّغَۃِ ضِدُّ الْقَدِیْمِ"

(شرحُ شرحِ نخبۃ الفکر لعلی القاری: ج1 ص153)

ترجمہ: لغت میں لفظ حدیث؛ قدیم کی ضد ہے۔

مشہور لغوی سید مرتضیٰ بلگرامی زَبیدی رحمہ اللہ (ت1205ھ) لکھتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ، فَصِفَۃٌ یُوْصَفُ بِھَا کُلُّ شَیْئٍ قَرِیْبِ الْمُدَّۃِ وَالْعَھْدِ بِہٖ"

(تاج العروس: مادہ حدث)

ترجمہ: لفظ حدیث ہر اس چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جو نئی ہو، قریب زمانہ کی ہو۔

2: حدیث کا ایک معنیٰ خبر، کلام اور گفتگو بھی ہے۔

امام محمد بن ابو بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ (ت768ھ) لکھتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ، اَلْخَبَرُ قَلِیْلُہٗ وَ کَثِیْرُہٗ" (مختار الصحاح: باب الحاء مادہ حدث)

ترجمہ: حدیث کا معنیٰ خبر بھی ہے خواہ بات تھوڑی ہو یا زیادہ۔

سلطان المحدثین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ (ت1014ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ: یُسْتَعْمَلُ فِیْ قَلِیْلِ الْکَلَامِ وَ کَثِیْرِہٖ"

(شرح شرح نخبۃ الفکر لعلی القاری: ج1 ص153)

ترجمہ: لفظ حدیث کبھی کبھی کلام کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے کلام تھوڑا ہو یا زیادہ۔

فائدہ:

قرآن کریم میں بھی لفظ حدیث کلام و گفتگو کے معنیٰ میں آیا ہے۔

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ﴾

(سورۃ الانعام: آیت 68)

ترجمہ: اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں، تو ان سے اس وقت تک کے لیے الگ ہو جاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔

حدیث کا اصطلاحی معنیٰ:

محدثین کرام رحمہم اللہ نے حدیث کے دو معانی بیان کیے ہیں:

پہلا معنیٰ:

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن احمد المعروف ابن حَجَر عسقلانی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْمُرَادُ بِالْحَدِیْثِ فِیْ عُرْفِ الشَّرْعِ مَا یُضَافُ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "

(فتح الباری: باب الحرص علی الحدیث)

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں جس چیز کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اسے "حدیث" کہتے ہیں۔

مشہور محدث محمد عبد الروف بن تاج العارفین مَنَاوِی الشافعی رحمہ اللہ (ت1031ھ) فرماتے ہیں:

"وَالْأَحَادِیْثُ جَمْعُ حَدِیْثٍ وَتَقَدَّمَ أَنَّهٗ فِیْ عُرْفِ الشَّرْعِ مَا یُضَافُ إِلَی الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْلًا أَوْ فِعْلًا أَوْ تَقْرِیْرًا."

(فیض القدیر: ج2 ص188 رقم الحدیث1544)

ترجمہ: احادیث؛ جمع ہے حدیث کی۔ اصطلاحِ شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

دوسرا معنیٰ:

شارح مشکوٰۃ حافظ شرف الدین ابو عبد اللہ حسین بن عبد اللہ بن محمد الطِّیبِی رحمہ اللہ (ت743ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْحَدِیْثُ اَعَمّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ قَوْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوِ الصَّحَابِیِّ اَوِ التَّابِعِیِّ وَ فِعْلَھُمْ وَتَقْرِیْرَھُمْ"

(شرح المشکوٰۃ للطیبی: ج1 ص4، 5)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر۔ صحابی کے قول، فعل، تقریر یا تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدھلوی الحنفی رحمہ اللہ (ت1052ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الْحَدِیْثَ فِی اصْطِلَاحِ جُمْھُوْرِ الْمُحَدِّثِیْنَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِعْلِہٖ وَتَقْرِیْرِہٖ وَمَعْنَی التَّقْرِیْرِ أَنَّہٗ فَعَلَ أَحَدٌ أَوْ قَالَ شَیْئًا فِیْ حَضْرَتِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُنْکِرْہُ وَلَمْ یَنْھَہٗ عَنْ ذٰلِكَ بَلْ سَکَتَ وَقَرَّرَ وَ کَذٰلِكَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ الصَّحَابِیِّ وَفِعْلِہٖ وَتَقْرِیْرِہٖ وَعَلٰی قَوْلِ التَّابِعِیِّ وَفِعْلِہٖ وَتَقْرِیْرِہٖ.

(مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح للشیخ عبد الحق: ص3)

ترجمہ: جان لیجیے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں "حدیث" کا اطلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی اس سے روکا بلکہ خاموش رہ کر اس کی تائید فرمادی ہو۔ اسی طرح "حدیث" کا اطلاق صحابی کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

فائدہ:

حدیث کی تعریف میں علامہ طِیبی رحمہ اللہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فرمان راجح

معلوم ہوتا ہے۔اس لیے کہ خبر واحد کی منتہیٰ کے اعتبار سے تقسیم میں مرفوع کے ساتھ ساتھ موقوف ومقطوع (جویقیناً صحابی یا تابعی کے قول، فعل یاتقریر ہوتے ہیں) کو بھی حدیث شمار کیا گیاہے جو دلیل ہے کہ حدیث کی تعریف میں توسّع ہے۔

حدیث، خبر اوراثر میں نسبت:

لفظ "حدیث" کے ساتھ کچھ اور الفاظ مثلاً "خبر" اور "اثر" بھی استعمال ہوتے ہیں۔بعض حضرات کے ہاں یہ الفاظ ہم معنی ہیں، جبکہ بعض حضرات نے ان میں کچھ فرق کیاہے۔

چنانچہ حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن احمد المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

"اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ هٰذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ وَقِيْلَ: اَلْحَدِيْثُ:مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَبَرُ:مَا جَاءَ عَنْ غَيْرِهٖ وَقِيْلَ:بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مُطْلَقٌ فَكُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ، مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ"

(نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ج1 ص35،36)

ترجمہ: جمہور علماء اصولیّین کے ہاں لفظ خبر حدیث کے مترادف ہے(یعنی دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے)

ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث اور صحابی یا تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو خبر کہتے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حدیث اور خبر میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔یعنی ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں۔

محدث علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) فرماتے ہیں:

"وَالْمُحَدِّثُوْنَ يُسَمُّوْنَ الْمَرْفُوْعَ وَالْمَوْقُوْفَ بِالْاَثَرِ وَفُقَهَاءُ خُرَاسَان يُسَمُّوْنَ الْمَوْقُوْفَ بِالْاَثَرِ وَالْمَرْفُوْعَ بِالْخَبَرِ وَالْحَدِيْثِ"

(قواعد فی علوم الحدیث: ص25)

ترجمہ: حضرات محدثین رحمہم اللہ مرفوع (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر) اور موقوف (صحابی

کے قول، فعل، تقریر) دونوں کو اثر کہتے ہیں جبکہ خراسان کے فقہاء رحمہم اللہ موقوف (صحابی کے قول، فعل، تقریر) کو اثر اور مرفوع (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر) کو خبر اور حدیث کہتے ہیں۔

حدیث اور سنت میں فرق:

پہلا فرق:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال اور افعال اور تقاریر جن میں عذر کا احتمال ہو، انہیں "حدیث" کہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اقوال اور افعال اور تقاریر جن میں عذر کا احتمال نہ ہو انہیں "سنت" کہتے ہیں۔

مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ إِلَّا قَاعِدًا.

جامع الترمذی: باب النہی قائماً، رقم الحدیث 12

ترجمہ: اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص آپ کو یہ بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا کرتے تھے (کہ یہ آپ کا معمول مبارک تھا) تو اس بات کی تصدیق نہ کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی آپ علیہ السلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔)

البتہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 224

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا پھینکنے کی جگہ پر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، پھر پانی منگایا۔ میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا عادت کے طور پر نہ تھا بلکہ کسی عذر کی وجہ سے تھا۔ اس لیے یہ عمل مبارک "سنت" نہ ہو گا۔

فائدہ:

علامہ محی الدین ابو زکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) ان اعذار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَذَكَرَ الْعُلَمَاءُ فِيهِ أَوْجُهًا حَكَاهَا الْخَطَّابِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَئِمَّةِ:

أَحَدُهَا: قَالَا: وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّ الْعَرَبَ كَانَتْ تَسْتَشْفِي لِوَجَعِ الصُّلْبِ بِالْبَوْلِ قَائِمًا، قَالَ فَنَرَى أَنَّهُ كَانَ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُ الصُّلْبِ إِذْ ذَاكَ.

وَالثَّانِي: أَنَّ سَبَبَهُ مَا رُوِيَ فِي رِوَايَةٍ ضَعِيفَةٍ رَوَاهَا الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ: أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ قَائِمًا لِعِلَّةٍ بِمَأْبِضِهِ وَ(الْمَأْبِضُ) بِهَمْزَةٍ سَاكِنَةٍ بَعْدَ الْمِيمِ ثُمَّ مُوَحَّدَةٍ وَهُوَ بَاطِنُ الرُّكْبَةِ.

وَالثَّالِثُ: أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ مَكَانًا لِلْقُعُودِ فَاضْطَرَّ إِلَى الْقِيَامِ لِكَوْنِ الطَّرَفِ الَّذِي مِنَ السُّبَاطَةِ كَانَ عَالِيًا مُرْتَفِعًا.

(شرح مسلم للنووی: باب المسح علی الخفین)

ترجمہ: علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی کئی توجیہات بیان کی ہیں جنہیں امام خطابی اور امام بیہقی رحمہا اللہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (وہ توجیہات یہ ہیں)

پہلی توجیہ: یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عرب کے لوگ کمر درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت کمر میں درد تھا۔

دوسری توجیہ: یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی وجہ سے متعلق ایک ضعیف روایت ہے جسے امام بیہقی

رحمہ اللہ وغیرہ میں ذکر کیاہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھٹنے مبارک میں درد تھا۔(اس وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔)

تیسری توجیہ: یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ مناسب نہ ملی۔ چنانچہ بامر مجبوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ وجہ یہ تھی کہ جس رُوڑی پر پیشاب فرمایا وہ بلند تھی۔ اگر بیٹھ کر پیشاب کرتے تو پیشاب واپس اپنی جانب لوٹنے کا اندیشہ تھا۔

دوسرا فرق:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال اور افعال اور تقاریر جن میں خصوصیت کا احتمال ہو، انہیں ”حدیث“ کہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اقوال اور افعال اور تقاریر جن میں خصوصیت کا احتمال نہ ہو انہیں ”سنت“ کہتے ہیں۔

مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے تو نیند سے آپ کا وضو زائل نہ ہوتا بلکہ اسی طرح برقرار رہتا جب کہ امتیوں کا وضو نیند سے ٹوٹ جاتا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 689)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری۔ اسی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔(رات کے وقت بیدار ہو کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت نماز پڑھی اور سو گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

خراٹے لینے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے۔ پھر مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (فجر) ادا کی لیکن وضو نہیں فرمایا۔

تیسرا فرق:

جس کام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی اختیار فرمائی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو لے کر چلے ہوں تو وہ "سنت" ہو گی اور جس پر ہمیشگی نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے لے کر نہ چلے ہوں وہ "حدیث" ہو گی۔

مثال:

شروع اسلام میں اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہو سکتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1501

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

لیکن بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس روایت پر عمل نہیں کیا بلکہ درج ذیل روایت پر عمل کیا جسے امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) نے نقل کیا ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِي بَدَنَةٍ

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1318

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے میں ہم سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

فائدہ:

جب دو احادیث میں اختلاف واقع ہو تو اس بارے ضابطہ یہ ہے کہ اس حدیث کو لیا جائے گا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ

سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 1851

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے جس میں اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا ذکر ہے، پھر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے جس میں اونٹ میں سات افراد کی شرکت کا ذکر ہے۔ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1502

ترجمہ: اسی (حدیثِ جابر) پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر (تابعین و تبع تابعین) اہل علم کا عمل ہے۔

معلوم ہوا کہ حدیثِ عبد اللہ بن عباس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل نہیں بلکہ حدیث جابر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ لہذا حدیث عبد اللہ بن عباس کو "حدیث" تو کہہ سکتے ہیں لیکن "سنت" نہیں۔

چوتھا فرق:

حدیث منسوخ ہو سکتی ہے لیکن سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی۔

مثال:

شروع اسلام میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم تھا۔

چنانچہ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عن زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 351)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو لازم ہے۔

لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اب حکم یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 351)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا، پھر نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔

فائدہ:

امام ابو زکریا یحی بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يُعَقِّبُونَهَا بِالنَّاسِخِ.

(شرح مسلم للنووی: ج 1 ص 156 باب الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کی مبارک عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر وہ لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے پہلے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں جس میں ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بیان کردہ

قاعدے سے معلوم ہوا کہ حدیثِ زید بن ثابت منسوخ ہے اور حدیث ابن عباس ناسخ ہے۔

اس لیے ہم حدیثِ زید بن ثابت کو "حدیث" تو کہہ سکتے ہیں لیکن سنت نہیں۔

فائدہ:

1: ہر حدیث کا قابل عمل ہونا ضروری نہیں جبکہ ہر سنت کا قابل عمل ہونا ضروری ہے۔

2: ہم اپنے آپ کو "اھل السنۃ" کہتے ہیں، "اھل الحدیث" نہیں۔

اصول حدیث کی تعریف:

عِلْمُ الْحَدِیْثِ عِلْمٌ بِقَوَانِینَ یُعْرَفُ بِھَا أَحْوَالُ السَّنَدِ وَالْمَتْنِ

(تدریب الراوی لجلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی ت 911ھ: ص16)

ترجمہ: علمِ اصول حدیث ان قوانین کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے سند (راوی) اور متن (مروی) کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں۔

اصول حدیث کا موضوع:

مَوْضُوْعُ عِلْمِ الْحَدِیْثِ فَھُوَ السَّنَدُ وَالْمَتْنُ

(قواعد فی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد العثمانی ت 1394ھ: ص23)

ترجمہ: علمِ اصول حدیث کا موضوع سند اور متن ہے۔

اصول حدیث کی غرض وغایت:

وَغَایَتُہُ مَعْرِفَۃُ الصَّحِیْحِ مِنْ غَیْرِہٖ.

(مقدمہ تدریب الراوی لجلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی ت 911ھ: ص16)

ترجمہ: علمِ اصول حدیث کی غرض صحیح اور ضعیف کو پہچاننا ہے۔ (تاکہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے)۔

فصل نمبر:2 حدیث مبارک کی بنیادی تقسیم

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

1: خبر متواتر

2: خبر واحد

پھر خبر متواتر کی چار قسمیں ہیں:

1: تواتر اسناد

2: تواتر طبقہ

3: تواتر توارث

4: تواتر قدرِ مشترک

تفصیل درج ذیل ہے:

1: متواتر کا لغوی معنیٰ

متواتر؛ تواتر سے ہے جس کا لغوی معنی ہے: پے در پے اور مسلسل۔

امام ابو الفضل محمد بن مُکَرَّم بن علی المعروف ابن منظور الانصاری رحمہ اللہ (ت 711ھ) لکھتے ہیں:

اَلتَّوَاتُرُ أَیِ التَّتَابُعُ وَمَا زَالَ عَلٰی وَتِیْرَۃٍ وَاحِدَۃٍ أَیْ عَلٰی صِفَۃٍ۔

(لسان العرب: مادہ وتر)

ترجمہ: ''تواتر''؛ پے در پے اور مسلسل کو کہتے ہیں اور اس چیز کو کہتے ہیں جو ہمیشہ ایک صفت پر رہی ہو۔

متواتر کا اصطلاحی معنیٰ:

امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُتَوَاتِرُ مَا تَنْقُلُہٗ جَمَاعَۃٌ لِکَثْرَۃِ عَدَدِھَا لَا یَجُوْزُ عَلَیْھِمْ فِیْ مِثْلِ صِفَتِھِمُ الِاتِّفَاقُ وَالتَّوَاطُؤُ فِیْ مَجْرَی الْعَادَۃِ عَلَی اخْتِرَاعِ خَبَرٍ لَا أَصْلَ لَہٗ۔

(الفصول فی الاصول: ج3 ص37)

ترجمہ: حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو نقل کرنے والی جماعت اتنی بڑی ہو کہ عام طور پر اس جماعت کا کسی بے بنیاد خبر پر اتفاق کر لینا محال اور ناممکن ہو۔

فائدہ 1:

متواتر کی تعریف میں مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

1: نقل کرنے والے راوی بہت زیادہ ہوں۔

فائدہ: راجح قول کے مطابق اس کثرت کی کوئی حتمی تعداد متعین نہیں۔

2: تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں۔

3: تمام راوی ایک بات پر متفق ہوں۔

4: راویوں کی اتنی بڑی جماعت کا کسی بے بنیاد خبر پر اتفاق عام طور پر محال اور ناممکن ہو۔

فائدہ 2:

محال کی تین قسمیں ہیں

1: محال عقلی: وہ ہے جس کا وجود عقلاً ناممکن ہو یعنی عقل ان کے جمع ہونے کو تسلیم نہ کرے۔ جیسے ایک چیز آگ بھی ہو اور پانی بھی ہو، ایک چیز روشنی بھی ہو اور اندھیرا بھی ہو۔

2: محال شرعی: وہ ہے جس کا وقوع شرعاً ناممکن ہو یعنی شریعت اس کے وقوع کو تسلیم نہ کرے۔ جیسے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا، کافر کا جنت میں جانا۔

3: محال عادی: وہ چیز جس کا وقوع عادتاً محال ہو یعنی عام طور پر لوگوں کی عادت میں نہ ہو۔ جیسے ایک آدمی اتنا دوڑے کہ پانچ سو کلومیٹر فی گھنٹہ اس کی رفتار ہو۔

فائدہ 3:

یہاں محال سے مراد؛ محالِ عادی ہے۔

تواتر کی اقسام:

تواتر کی چار اقسام ہیں:

1: تواترِ اسناد۔ اس کو "تواترِ لفظی" بھی کہتے ہیں۔

2: تواترِ طبقہ

3: تواترِ توارث۔ اس کو "تواترِ تعامل" بھی کہتے ہیں۔

4: تواترِ قدرِ مشترک۔ اس کو "تواترِ معنوی" بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ امام العصر خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

"وَالتَّوَاتُرُ عَلٰى أَنْحَاءٍ: تَوَاتُرُ إِسْنَادٍ، وَتَوَاتُرُ طَبَقَةٍ، وَتَوَاتُرُ تَوَارُثٍ وَتَعَامُلٍ وَتَوَاتُرُ قَدْرِ الْمُشْتَرَكِ.

(نَیلُ الفَرْقَدَین فی مسئلة رفع الیدین للکشمیری: ص30)

ترجمہ: تواتر کی کئی قسمیں ہیں: تواتر اسناد، تواتر طبقاتی، تواتر توارث و تعامل اور تواتر قدرِ مشترک۔

1: تواترِ اسناد

جس کو نقل کرنے والے راوی خیر القرون کے تین زمانوں میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال اور ناممکن ہو۔

چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتُرُ الْإِسْنَادِ: وَهُوَ أَنْ يَرْوِيَ الْحَدِيْثَ جَمَاعَةٌ يَسْتَحِيْلُ اجْتِمَاعُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ، وَكَذٰلِكَ يَكُوْنُ فِي الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ.

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی للعلامۃ انور شاہ الکشمیری: ج1 ص4 باب ماجاء فی فضل الطھور)

ترجمہ: "تواترِ اسناد" یہ ہے کہ ایک حدیث کو نقل کرنے والی جماعت اتنی بڑی ہو کہ اس جماعت کے افراد کا کسی جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال اور ناممکن ہو، اور یہ (جماعت) تین زمانوں میں اسی طرح (کثیر افراد پر مشتمل) ہو۔

فائدہ:

تواترِ اسناد کو "تواترِ لفظی" بھی کہتے ہیں۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

"هُوَ مَا تَوَاتَرَ لَفْظُهُ"

(تدریب الراوی للسیوطی: ج2 ص162)

ترجمہ: متواتر لفظی وہ حدیث ہے جس کے الفاظ تواتر سے منقول ہوں۔

مثال:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ".

(صحیح مسلم: باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

2: تواتر طبقہ

امت کا ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے کوئی چیز بغیر سند کے وصول کرتا چلا آئے۔

چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتُرُ الطَّبَقَةِ: وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ طَبَقَةٌ عَنْ طَبَقَةٍ بِلَا إِسْنَادٍ.

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی للعلامۃ انور شاہ الکشمیری: ج1 ص4 باب ماجاء فی فضل الطھور)

ترجمہ: تواترِ طبقہ یہ ہے کہ امت کا ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے بلا اسناد کوئی چیز حاصل کرتا چلا آئے۔

مثال:

قرآن کریم، فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی۔

چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

وَالْقُرْاٰنُ مُتَوَاتِرٌ بِهٰذَا التَّوَاتُرِ.

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی للعلامۃ انور شاہ الکشمیری: ج1 ص4 باب ماجاء فی فضل الطھور)

ترجمہ: قرآن کریم اس تواتر (تواترِ طبقہ) کے ذریعے منقول ہے۔

3: تواترِ توارث

جس پر ہر دور میں امت کے اتنے زیادہ افراد نے عمل کیا ہو کہ انہیں جھٹلانا محال اور ناممکن ہو۔

چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَنْ يَعْمَلَ بِهٖ أَهْلُ الْعَمَلِ بِحَيْثُ يَسْتَحِيْلُ تَكْذِيْبُهُمْ.

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی للعلامۃ انور شاہ الکشمیری: ج1 ص4 باب ماجاء فی فضل الطھور)

ترجمہ: تواترِ تعامل وہ ہے جس پر عمل کرنے والے اس طرح عمل کرتے چلے آئے ہوں کہ ان کو جھٹلانا محال اور ناممکن ہو۔

فائدہ:

"تواترِ توارث" کو "تواترِ تعامل" بھی کہتے ہیں۔

مثال:

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان امام کا تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا۔

امام ابو الحسین علی بن ابو بکر بن عبد الجلیل المرَغینانی رحمہ اللہ (ت 593ھ) فرماتے ہیں:

"وَیَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ یَفْصِلُ بَیْنَہُمَا بِقَعْدَۃٍ جَرٰی بِہِ التَّوَارُثُ".

(الہدایۃ: ج1 ص187 کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: امام جمعہ میں دو خطبے دے گا اور ان دونوں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے گا؛ امت کا متواتر عمل یہی ہے۔

4: تواترِ قدرِ مشترک

ایسی چند احادیث جن کو نقل کرنے والے افراد الگ الگ ہوں اور ان کے الفاظ بھی جدا جدا ہوں لیکن ان کا مطلب اور مفہوم ایک ہو۔

چنانچہ علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

ھُوَ أَنْ یَنْقُلَ جَمَاعَۃٌ یَسْتَحِیْلُ تَوَاطُؤُھُمْ عَلَی الْکَذِبِ وَقَائِعَ مُخْتَلِفَۃً تَشْتَرِكُ فِیْ أَمْرٍ یَتَوَاتَرُ ذٰلِكَ الْقَدْرُ الْمُشْتَرَكُ.

(تدریب الراوی للسیوطی: ج2 ص162)

ترجمہ: متواتر معنوی یہ ہے کہ ایک جماعت جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو ایسے مختلف واقعات نقل کرے جن میں پائی جانے والی قدرِ مشترک بات حد تواتر کو پہنچ گئی ہو۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتُرُ الْقَدْرِ الْمُشْتَرَكِ: وَھُوَ أَنْ یَکُوْنَ مَضْمُوْنٌ مَذْکُوْرًا فِیْ کَثِیْرٍ مِنَ الْآحَادِ.

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی للعلامۃ انور شاہ الکشمیری: ج1 ص4 باب ماجاء فی فضل الطھور)

ترجمہ: تواتر قدرِ مشترک یہ ہے کہ ایک مضمون کئی ایسی احادیث میں آیا ہو جو خبر واحد ہوں۔

فائدہ:

تواترِ قدرِ مشترک کو "تواترِ معنوی" بھی کہتے ہیں۔

مثال:

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ".

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج2 ص166 باب قول اللہ عزوجل "إني متوفيك")

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری خوشی کا اس وقت کیا عالم ہو گا جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ (یعنی امام مہدی کی اقتداء کریں گے)

شیخ الاسلام علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (ت 1371ھ) نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وَالتَّوَاتُرُ فِيْ حَدِيْثِ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوَاتُرٌ مَعْنَوِيٌّ حَيْثُ تَشَارَكَتْ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ جِدًّا.

(العقیدۃ و علم الکلام للکوثری: ص70)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث میں پائے جانے والا تواتر؛ تواترِ معنوی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ احادیث پائی جاتی ہیں۔

فائدہ:

تواترِ توارث اور تواترِ قدرِ مشترک میں فرق

"تواترِ توارث" میں جو چیز نقل ہوتی چلی آتی ہے اس کا تعلق "عملی امور" سے ہوتا ہے اور "تواترِ قدرِ مشترک" میں جو چیز نقل ہوتی چلی آتی ہے اس کا تعلق "قولی امور" سے ہوتا ہے۔

2: خبرِ واحد

حافظ ابو الفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

"مَا لَمْ يَجْمَعْ شُرُوطَ التَّوَاتُرِ"

(نزہۃالنظر:ص31)

ترجمہ: خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس میں تواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔(جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں)

فصل نمبر:3 منتہٰی کے اعتبار سے حدیث مبارک کی تقسیم

جہاں پہ سند ختم ہو اور متن شروع ہو اس اعتبار سے حدیث مبارک کی چار قسمیں ہیں:

1:حدیث قدسی	2:حدیث مرفوع	3:حدیث موقوف	4:حدیث مقطوع

1:حدیث قدسی:

سلطان المحدثین ملا علی القاری رحمہ اللہ (ت1014ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُسْنِدُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى اللهِ فَيَرْوِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنَّهٗ كَلَامُ اللهِ تَعَالٰى.

(الاحادیث القدسیۃ الاربعینیۃ لملا علی القاری: تحت تعریف الحدیث القدسی اصطلاحاً)

ترجمہ: حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائیں اور اس حدیث کو یہ کہہ کر ذکر فرمائیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

مثال:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُولُ اللهُ تَعَالٰى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

(صحیح البخاری: بَاب قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ﴾)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے خلوت میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ہاتھ اُس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آئے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر

جاتا ہوں۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق:

1. قرآن کریم میں پیغام اور الفاظ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی میں پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس پیغام کے لئے الفاظ کا انتخاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا ہے۔
2. قرآن کریم قطعی الثبوت ہے اس کے لئے سند کی ضرورت نہیں جبکہ حدیثِ قدسی میں صحت وعدم صحت کا فیصلہ اصولِ حدیث کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔
3. قرآن کریم کو نماز میں بطور قرات کے پڑھا جاتا ہے، جبکہ حدیث قدسی کی نماز میں تلاوت نہیں کی جاتی۔
4. قرآن کریم کو بغیر طہارت کے چھونا جائز نہیں جبکہ حدیث قدسی کو چھونا جائز لیکن خلاف ادب ہے۔
5. قرآن کریم کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے، جبکہ حدیثِ قدسی اگر متواتر نہ ہو تو اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، البتہ اگر حدیثِ قدسی متواتر ہو تو اس صورت میں اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حدیث قدسی اور حدیث مرفوع میں فرق:

1: حدیث قدسی منسوب الی اللہ ہوتی ہے اور حدیث مرفوع منسوب الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے۔

2: حدیث قدسی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا" جبکہ حدیث مرفوع میں صحابی کہتا ہے کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔

فائدہ: حدیثِ قدسی اور حدیث مرفوع میں نسبت

دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ حدیث مرفوع؛ عام مطلق ہے اور حدیثِ قدسی؛ خاص مطلق۔ یعنی ہر حدیث قدسی؛ حدیث مرفوع ہو گی لیکن ہر حدیثِ مرفوع کا حدیث قدسی ہونا لازم نہیں۔

مثال:

درج ذیل حدیث؛ حدیث قدسی بھی ہے اور حدیثِ مرفوع بھی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ! أُنْفِقْ عَلَيْكَ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 5352)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا۔

درج ذیل حدیث؛ حدیث مرفوع تو ہے لیکن حدیثِ قدسی نہیں۔

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَفْضَلَ الْاِيْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللهَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ".

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج6 ص287 رقم الحدیث 8796)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ایمان یہ ہے کہ تو یہ یقین بنالے کہ تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ تیرے ساتھ ہے۔

2: حدیث مرفوع:

محدث علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

"مَا أُضِيْفَ إِلَى النَّبِيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ"

(قواعد فی علوم الحدیث: ص38)

ترجمہ: حدیث مرفوع وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو چاہے آپ کا قول ہو، فعل ہو یا تقریر ہو۔

فائدہ:

حدیث مرفوع کی دو قسمیں ہیں:

۱: مرفوع حقیقی ۲: مرفوع حکمی

ا: مرفوع حقیقی:

اَلْمَرْفُوْعُ الْحَقِیْقِیُّ: ھُوَ حَدِیْثٌ یُضَافُ فِیْہِ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ أَوْ تَقْرِیْرٌ أَوْ وَصْفٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصْرِیْحاً."

مرفوع حقیقی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی قول، فعل، تقریر یا وصف کی نسبت صراحتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔

مرفوع حقیقی کی چار صورتیں ہیں:

1: مرفوع قولی 2: مرفوع فعلی

3: مرفوع تقریری 4: مرفوع وصفی

[1]: مرفوع قولی

اَلْمَرْفُوْعُ الْقَوْلِیُّ: ھُوَ حَدِیْثٌ ذُکِرَ فِیْہِ قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصْرِیْحاً بِلَفْظَۃِ "قَالَ" أَوْ مَا فِیْ مَعْنَاہُ مِنْ "أَمَرَ" أَوْ "نَھٰی" أَوْ "قَضٰی".

مرفوع قولی وہ حدیث ہے جس میں صراحتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک منقول ہو، چاہے لفظ "قَالَ" ہو یا اس کے ہم معنی لفظ ہو جیسے اَمَرَ، نَھٰی، قَضٰی۔

❖ لفظ قال کی مثال:

"عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَفْضَلَ الْاِیْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَکَ حَیْثُمَا کُنْتَ".

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج6 ص287 رقم الحدیث8796)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ایمان یہ ہے کہ تو یہ یقین بنالے کہ تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ تیرے ساتھ ہے۔

❖ لفظ اَمَرَ کی مثال:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ: عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَقَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: وَأَنَا أَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُوْلَ إِذَا عَطَسْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَقُوْلَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ".

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری: ج6 ص142 رقم الحدیث 5518)

ترجمہ: نافع کہتے ہیں ایک آدمی کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا ہوں ہو اور حضور پر درود بھی پڑھتا ہوں۔ لیکن چھینک آنے پر حضور نے ہمیں یہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ چھینک آنے پر یہ کہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ"۔

❖ لفظ نَھیٰ کی مثال:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ وَعَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ.

(شرح معانی الآثار: باب اکل لحوم الحمر الاھلیۃ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر پالتو گدھے کا گوشت کھانے اور عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

❖ لفظ قضیٰ کی مثال:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ.

(سنن ابی داؤد: باب كَيْفَ يَجْلِسُ الْخَصْمَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْقَاضِي)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ فریقین قاضی کے سامنے بیٹھیں۔

[2]: مرفوع فعلی

اَلْمَرْفُوْعُ الْفِعْلِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ فِعْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصْرِيْحاً."

مرفوع فعلی وہ حدیث ہے جس میں صراحتاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کا بیان ہو۔

مثال:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلَّی النَّاسَ اَرْبَعَۃً وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَۃٍ.

(تاریخ جرجان للسہمی: ص317، فی نسخۃ142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے تو لوگوں کو چوبیس رکعات (چار رکعات فرض، بیس رکعات تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائے۔

[3]: مرفوع تقریری

اَلْمَرْفُوْعُ التَّقْرِیْرِیُّ: ھُوَ حَدِیْثٌ ذُکِرَ فِیْہِ تَقْرِیْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنْ فَعَلَ صَحَابِیٌّ فِعْلًا عِنْدَ حَضْرَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُکِرَ عِنْدَہٗ فِعْلُ اَحَدٍ مِنْھُمْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَاَقَرَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصْرِیْحاً اَوْ سَکَتَ عَنْہُ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ.

کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا ہو یا کسی کام کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحتاً تائید فرمائی ہو یا اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

سامنے کام ہونے پر صراحتاً تائید کی مثال:

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أُنَاسٌ فِیْ رَمَضَانَ یُصَلُّونَ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَا ھٰؤُلَاءِ؟ فَقِیلَ: ھٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَیْسَ مَعَھُمْ قُرْآنٌ وَأُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یُصَلِّیْ وَھُمْ یُصَلُّونَ بِصَلَاتِہٖ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا.

(سنن ابی داؤد: باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحابہ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں، نبی ا

کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے درست کام کیا اور بہت اچھا کیا۔

کام کی خبر ملنے پر صراحتاً تائید کی مثال:

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ! قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ. قَالَ: فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ قَالَ: نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ: نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَدَقَ سَلْمَانُ".

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1968)

ترجمہ: حضرت عون بن ابی جُحیفہ اپنے والد (حضرت ابو جُحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کروایا تھا۔ ایک بار سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جا کر دیکھا کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بہت پراگندہ حال میں ہیں۔ ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ تو حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ (کچھ دیر بعد) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا اور کہا کہ آپ کھانا کھائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں بھی نہیں کھاوں گا جب تک آپ نہ کھائیں گے۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا (اور روزہ توڑ دیا)۔ رات ہوئی تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھنے لگے۔ اس پر سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر (کچھ دیر بعد) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا! اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے (اٹھ کر) نماز پڑھی۔ اس

کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دیکھو! تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے تم ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بات کا تذکرہ کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔

کام کی خبر ملنے پر خاموشی کی مثال:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ: لَايُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمْ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذٰلِكَ. فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 946)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ کوئی شخص بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے، اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم ابھی نماز پڑھیں گے، کیونکہ ہم سے نماز قضا کرنا مقصود نہیں تھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم نماز قضا کر لیں)۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

[4]: مرفوع وصفی

اَلْمَرْفُوْعُ الْوَصْفِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ وَصْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصْرِيْحاً."

وہ حدیث مبارک جس میں صراحتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی وصف کا بیان ہو۔

مثال:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا - يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ - وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ.... فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ﴾.

(صحیح البخاری: بَاب التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری، جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو فرمایا۔ راویِ حدیث عمرو اس وضو کا ہلکا پن اور مختصر ہونا بیان کرتے تھے [یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو دھوتے وقت بہت کم پانی استعمال فرمایا]۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب پھیر لیا۔ پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے وضو فرمائے بغیر نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث کے راوی سفیان (بن عیینہ) کہتے ہیں کہ ہم نے عمرو (بن دینار) رحمہ اللہ سے پوچھا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو (بن دینار) نے جواب دیا: میں نے عبید بن عمیر (بن قتادہ اللیثی المکی التابعی رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ (اپنے اس موقف پر عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا) پھر یہ آیت پڑھی: ﴿اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ﴾ ”[حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا:] میں

خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔" [عبید بن عمیر رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو وحی سمجھا تبھی تو ابھی بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ وحی کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں انبیاء علیہم السلام کے دل نہیں سوتے بلکہ صرف آنکھ سوتی ہے۔]

۲: مرفوع حکمی:

اَلْمَرْفُوْعُ الْحُكْمِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ لَمْ يُضَفْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصْرِيْحاً."

مرفوع حکمی اس حدیث کو کہتے ہیں جو صراحتاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو۔

مرفوع حکمی کی پانچ صورتیں ہیں:

1: صحابی کہے "اُمِرْنَا بِكَذَا" کہ ہمیں فلاں کام کرنے کا حکم دیا گیا۔

2: صحابی کہے "نُهِيْنَا عَنْ كَذَا" ہمیں فلاں کام کرنے سے روکا گیا۔

3: صحابی کہے "كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا" ہم یہ کام کیا کرتے تھے۔

4: صحابی کسی چیز کے بارے کہے "مِنَ السُّنَّةِ كَذَا" فلاں کام کرنا سنت ہے۔

5: صحابی قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر بیان کرے یا آیت کے شان نزول کو بیان کرے۔

ہر صورت اور اس کی مثال پیش کی جاتی ہے:

پہلی صورت:

صحابی کہے "اُمِرْنَا بِكَذَا" کہ ہمیں فلاں کام کرنے کا حکم دیا گیا۔

مثال:

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ ".

(سنن ابی داود: بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں سورۃ الفاتحہ اور اس کے علاوہ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

دوسری صورت:

صحابی کہے "نُهِيْنَا عَنْ كَذَا" ہمیں فلاں کام کرنے سے روکا گیا۔

مثال:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نُهِينَا أَنْ نَزِيدَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَلَى "وَعَلَيْكُمْ"

(شرح معانی الآثار: باب السلام علی اھل الکفر)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اہل کتاب کے سلام کے جواب میں "وعلیکم" کے علاوہ مزید کچھ کہنے سے منع کیا گیا۔

تیسری صورت:

صحابی کہے "كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا" ہم یہ کام کیا کرتے تھے۔

مثال:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

(صحیح البخاری: باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت دیتے تھے، چنانچہ ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کے قائل تھے۔

چوتھی صورت:

صحابی کسی چیز کے بارے کہے "مِنَ السُّنَّةِ كَذَا" فلاں کام کرنا سنت ہے۔

مثال:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْأَيْدِي عَلَى الْأَيْدِي تَحْتَ السُّرَرِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج 3 ص 324، وضع الیمین علی الشمال، رقم الحدیث 3966)

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز کی سنت ہے کہ دائیں ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر ناف

کے نیچے رکھا جائے۔

فائدہ:

یہ ضابطہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے لیکن جہاں تک حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو آپ رضی اللہ عنہما کبھی اپنے اجتہاد کو بھی "سنت" فرمادیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام العصر خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری الحنفی رحمہ اللہ (ت 1352ھ) نے اس بات کی تصریح کی ہے جسے محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری الحنفی رحمہ اللہ (ت1397ھ) نے ذکر فرمایاہے۔ علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّيۡخُ: ..... فَإِنَّ ابۡنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا رُبَمَا يَقُوۡلُ بِاجۡتِهَادِهٖ وَرَأۡيِهٖ ثُمَّ يُعَبِّرُ عَنۡهُ بِ"السُّنَّةِ".

(معارف السنن شرح سنن الترمذی: ج 3 ص 65، 66 کتاب الصلاۃ باب فی الرخصۃ فی الاِقعاء)

ترجمہ: حضرت الشیخ (حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:.... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کبھی کبھی اپنے اجتہاد اور رائے کو بھی "سنت" سے تعبیر کرلیتے ہیں۔

مثال:

عَنۡ طَلۡحَةَ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَوۡفٍ قَالَ: صَلَّيۡتُ خَلۡفَ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الۡكِتَابِ قَالَ: "لِيَعۡلَمُوۡا أَنَّهَا سُنَّةٌ."

(صحیح البخاری: بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الۡكِتَابِ عَلَى الۡجَنَازَةِ)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ آپ رضی اللہ عنہما نے سورت الفاتحہ پڑھی اور فرمایا: (میں نے سورت الفاتحہ اس لیے پڑھی ہے) تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ "سنت" ہے۔

اس حدیث میں "سنت" کا معنی یہ نہیں کہ سورۃ فاتحہ کا جنازہ میں پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بلکہ سنت کا معنی یہ ہے کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے جو (ثناء کے قائم مقام ہے)۔ اصل میں یہ حضرت

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا جسے انہوں نے "سنت" بمعنی طریقہ سے تعبیر فرمایا۔

پانچویں صورت:

صحابی قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر بیان کرے یا آیت کے شانِ نزول کو بیان کرے۔

آیت کی تفسیر بیان کرنے کی مثال:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ : ﴿الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا یَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَ لَا شِمَالًا وَ لَا یَرْفَعُوْنَ أَیْدِیَھُمْ فِی الصَّلَاۃِ.

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ص212 وفی نسخۃ ص359)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿خٰشِعُوْنَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں عاجزی اور تواضع اختیار کرتے ہیں، جو دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔

آیت کا شانِ نزول بیان کرنے کی مثال:

"عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَقَرَأَ أَصْحَابُہٗ وَرَاءَہٗ فَخَلَطُوْا عَلَیْہِ فَنَزَلَ ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا﴾ فَھٰذِہٖ فِی الْمَکْتُوْبَۃِ. ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: وَإِنْ کُنَّا لَا نَسْتَمِعُ لِمَنْ یَقْرَأُ إِنَّا إِذًا لَأَجْفٰی مِنَ الْحَمِیْرِ."

(کتاب القراءۃ للبیہقی: ص109 رقم الحدیث 255)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قراءت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی آپ کے پیچھے قراءت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت خلط ملط ہو گئی، اس پر یہ آیت کریمہ ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا﴾ نازل ہوئی۔ یہ فرض نماز کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر ہم قرآن پڑھنے والے کی قراءت کو نہ سنیں تو اس وقت ہم گدھے سے زیادہ سخت ہوں گے۔

3 حدیث موقوف:

هُوَ الْمَرْوِیُّ عَنِ الصَّحَابَةِ قَوْلًا لَهُمْ أَوْ فِعْلًا أَوْ نَحْوَهُ أَیْ تَقْرِیْرًا.

(تدریب الراوی لجلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی ت 911ھ: ص 93)

ترجمہ: حدیث موقوف وہ ہے جس میں صحابی کے قول، فعل، یا تقریر کا بیان ہو۔

حدیث موقوف کی تین قسمیں ہیں:

1: موقوف قولی

2: موقوف فعلی

3: موقوف تقریری

[1]: موقوف قولی

اَلْمَوْقُوْفُ الْقَوْلِیُّ: هُوَ حَدِیْثٌ ذُکِرَ فِیْهِ قَوْلُ الصَّحَابِیِّ تَصْرِیْحًا بِلَفْظَةِ "قَالَ" أَوْ مَا فِیْ مَعْنَاهُ مِنْ "أَمَرَ" أَوْ "نَهٰی" أَوْ "قَضٰی".

موقوف قولی وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے کسی قول کا بیان ہو؛ چاہے وہ قول لفظ "قال" کے ساتھ مذکور ہو یا اس کے ہم معنیٰ لفظ کے ساتھ ہو۔ جیسے اَمَرَ، نَھٰی، قَضٰی۔

لفظ "قَالَ" کی مثال:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَکْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ: إِسْمَاعِیلُ یَعْنِی بِالْعَالِیَةِ .... فَجَاءَ أَبُو بَکْرٍ فَکَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ قَالَ: بِأَبِی أَنْتَ وَأُمِّی طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَایُذِیْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَیْنِ اَبَدًا.

(صحیح البخاری: باب قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیلًا)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "سُنْح" (نامی ایک محلے) میں تھے۔ راوی حدیث اسماعیل کہتے ہیں: "سُنْح" (مدینہ کے قریب) ایک اونچی آبادی میں واقع ہے۔ (مدینہ کے قریب اونچی آبادیاں تھیں جنہیں "عوالی" کہتے ہیں۔ ان آبادیوں میں سے ایک آبادی کے ایک محلے کا نام "سُنْح" ہے) وفات کی خبر سن کر

آپ تشریف لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کر بوسہ دیا اور کہا: حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کی حیات بھی مبارک تھی، وفات بھی مبارک ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دوسری موت نہیں دیں گے۔

اس حدیث میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان کا لفظ ”قال“ سے بیان ہے۔

لفظ ”اَمَرَ“ کی مثال:

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَمَرَ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمْضَانَ فَقَالَ: اِنَّ النَّاسَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ لَايُحْسِنُوْنَ اَنْ يَّقْرَأُوْا فَلَوْقَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا شَيْئٌ لَمْ يَكُنْ. فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلٰكِنَّهٗ اَحْسَنُ فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری: ج2 ص424 باب فی قیام رمضان وماروی فی عدد رکعاتہ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز تراویح پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ اگر آپ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کریں تو اچھا ہے۔“ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی۔

اس حدیث مبارک میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا لفظ ”امر“ سے بیان ہے۔

لفظ ”نَہٰی“ کی مثال:

عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ.

(مصنف عبد الرزاق: ج2 ص91،90 رقم الحدیث 2813 باب القراءۃ خلف الامام)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

اس حدیث مبارک میں حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فرامین کا لفظ "یَنۡھَوۡنَ" سے بیان ہے۔

لفظ "قضی" کی مثال:

عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عُتَیْبَۃَ قَالَ: قَضٰی عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِیْ أُنَاسٍ مِنَّا فِیْ مَنْ تَرَكَ ابْنَتَہٗ وَمَوْلَاتَہٗ فَأَعْطَی ابْنَتَہُ النِّصْفَ، وَالْمَوْلَاۃَ النِّصْفَ.

(شرح معانی الآثار: باب مواریث ذوی الارحام)

ترجمہ: حضرت حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں جو شخص فوت ہو جائے اس کی ایک بیٹی اور دوسری آزاد کرنے والی عورت ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا آدھا مال بیٹی کو اور آدھا آزاد کرنے والی عورت کو ملے گا۔

اس حدیث مبارک میں خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا لفظ "قضی" سے بیان ہے۔

[2]: موقوف فعلی

اَلْمَوْقُوْفُ الْفِعْلِیُّ: ھُوَ حَدِیْثٌ ذُکِرَ فِیْہِ فِعْلُ الصَّحَابِیِّ تَصْرِیْحًا.

موقوف فعلی وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے عمل کا صراحتاً بیان ہو۔

مثال:

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا أَنَّہٗ کَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ یَخْرُجَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی ثُمَّ أَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ! اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا أَبَا بَکْرٍ! اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا أَبَتَاہُ ! ثُمَّ یَکُوْنُ وَجْھَہٗ وَکَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَی الْمَسْجِدَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ یَدْخُلَ مَنْزِلَہٗ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: باب من کان یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیسلّم)

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر پر جانے لگتے تو پہلے مسجد میں جا کر نماز پڑھتے، پھر روضہ اقدس پر حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پھر حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے۔ اس کے بعد اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے (یعنی اپنا سفر شروع فرماتے)۔ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے، پھر یہی کام کرتے (یعنی روضہ اقدس پر جا کر تینوں حضرات کو سلام کرتے)، اس کے بعد گھر میں داخل ہوتے۔

[3]: موقوف تقریری

اَلْمَوْقُوْفُ التَّقْرِيْرِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ تَقْرِيْرُ الصَّحَابِيِّ بِأَنْ فَعَلَ صَحَابِيٌّ آخَرُ اَوْ تَابِعِيٌّ فِعْلًا عِنْدَ حَضْرَةِ الصَّحَابِيِّ اَوْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ فِعْلُ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَوِ التَّابِعِيْنَ رَحِمَهُمُ اللهُ فَاَقَرَّهُ الصَّحَابِيُّ تَصْرِيْحاً اَوْ سَكَتَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ.

موقوف تقریری وہ حدیث ہے جس میں کسی صحابی کے سامنے کسی دوسرے صحابی نے یا تابعی نے کوئی کام کیا ہو یا صحابی یا تابعی کے کسی کام کے بارے میں اسے بتایا گیا ہو اور اس صحابی نے اس کی صراحتاً تائید فرمائی ہو یا اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

سامنے کام ہونے پر صراحتاً تائید کی مثال:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: - وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ - قَالَ :أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأُتِيَ الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ ، فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مَسْقِيُّوْنَ، وَ قُلْ لَهٗ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ عَلَيْكَ الْكَيْسَ. فَأَتَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهٗ فَبَكٰى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ! لَا آلُوْ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث 32631 باب ما ذکر فی فضلِ عمر بنِ الخطّاب رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے وزیر خوراک حضرت مالک دار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ بارش عطا فرمائیں۔ آپ کی امت قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہے۔ اس شخص کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے اس کو فرمایا حضرت عمر کے پاس جانا ان کو کر میرا سلام دینا اور انہیں بتانا کہ تمہاری قحط سالی ختم کی جائے گی، ان سے کہنا دانائی اختیار کریں یہ شخص حضرت عمر کے پاس آئے اور آکر آپ کو ساری صورتحال سے

آگاہ کیا جسے سن کر حضرت عمر رونے لگے پھر فرمانے لگے: اے میرے پروردگار! میں نے کوئی سستی نہیں کی، ہاں جو چیز میرے بس میں نہیں اس میں میں مجبور ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ کی روایت میں اس واقعہ کے ساتھ مزید وضاحت یہ بھی ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے شخص صحابی رسول حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تھے۔ روایت کے مزید الفاظ یہ ہیں:

أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ إِلَيْكَ، يَقُوْلُ لَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ عَهِدْتُّكَ كَيِّسًا، وَمَا زِلْتَ عَلٰى ذٰلِكَ ، فَمَا شَأْنُكَ"؟ قَالَ: مَتٰى رَأَيْتَ هٰذَا؟ قَالَ: الْبَارِحَةَ. فَخَرَجَ فَنَادٰى فِي النَّاسِ "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ". فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أُنْشِدُكُمُ اللهُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ مِنِّيْ أَمْرًا غَيْرُهٗ خَيْرٌ مِنْهُ؟ فَقَالُوا: اللّٰهُمَّ لَا، فَقَالَ: إِنَّ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ يَزْعَمُ ذِيْةَ وَذِيْةَ. قَالُوْا: صَدَقَ بِلَالٌ فَاسْتَغِثْ بِاللهِ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج7ص104)

ترجمہ: حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ عرض کیا کہ میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں عاقل و دانا ہی پایا ہے اور تم دانشمندی پر ہی رہے ہو لیکن (اب) تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ (یعنی دانشمندی پر قائم رہنے کے باوجود یہ حال کیوں ہے؟ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احوال کا جائزہ لینے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ خواب آپ نے کب دیکھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ گزشتہ رات۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ" فرمایا (یعنی آواز دے کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع فرمایا)۔ پھر انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ کیا تم میرے طرزِ عمل کے علاوہ کسی اور طرزِ عمل کو جو اس سے بہتر ہو؛ جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلال بن حارث تو ایسا ایسا کہتا ہے (یعنی بلال کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا فرمایا ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بلال

سچ کہتے ہیں (یعنی آپ غور و فکر کریں، اور اس قحط کو دور کرنے کے اسباب کی طرف متوجہ ہوں جن میں سے ایک سبب خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔) اس لیے آپ اللہ سے مدد طلب کریں۔

اس روایت میں حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ کے خواب کی تائید حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے "صَدَقَ بِلَالٌ" کے الفاظ سے کی ہے۔ یہ "صراحتاً تائید" کی مثال ہے۔

سامنے کام ہونے پر خاموشی کی مثال:

"وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهٗ بَعْدَ مَا دُفِنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! جِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِيْ إِلٰى رَبِّيْ فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ قَدْ غُفِرَ لَكَ".

(تحریراتِ حدیث: ص396 مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد ایک دیہاتی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ پروردگار کے سامنے میری بخشش کی سفارش فرمائیں۔ تو قبر اطہر سے آواز آئی آپ کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔

حدیث مقطوع:

هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ ذُكِرَ فِيْهِ قَوْلُ تَابِعِيٍّ اَوْ فِعْلُهٗ اَوْ تَقْرِيْرُهٗ.

(خیر الاصول فی حدیث الرسول [عربی] للشیخ خیر محمد الجالندھری: ص26)

ترجمہ: مقطوع وہ حدیث ہے جس میں کسی تابعی کا قول یا فعل یا تقریر مذکور ہو۔

حدیث مقطوع کی تین قسمیں ہیں:

1: حدیث مقطوع قولی

2: حدیث مقطوع فعلی

3: حدیث مقطوع تقریری

[1]: مقطوع قولی

اَلْمَقْطُوْعُ الْقَوْلِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ قَوْلُ التَّابِعِيِّ تَصْرِيْحًا."

مقطوع قولی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صراحتاً تابعی کے قول کا بیان ہو۔

مثال:

عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ: "مَا كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ تُقْرَأُ إِلَّا فِي صَلَاةٍ فِيهَا رُكُوعٌ وَسُجُودٌ."

(مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص182 باب مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْجِنَازَةِ قِرَاءَة)

ترجمہ: ابو المنہال کہتے ہیں میں نے حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں میں فاتحہ پڑھنے کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا سورۃ الفاتحہ اس نماز میں پڑھی جاتی ہے جو رکوع، سجدے والی ہو۔

[2]: مقطوع فعلی

اَلْمَقْطُوْعُ الْفِعْلِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ فِعْلُ التَّابِعِيِّ تَصْرِيْحًا."

مقطوع فعلی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صراحتاً تابعی کے فعل کا بیان ہو۔

مثال:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ.

(کتاب الآثار بروایۃ الامام محمد: جزء1 ص323 رقم الحدیث 121، مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص322 رقم3960)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

[3]: مقطوع تقریری

اَلْمَقْطُوْعُ التَّقْرِيْرِيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ ذُكِرَ فِيْهِ تَقْرِيْرُ التَّابِعِيِّ بِاَنْ فُعِلَ عِنْدَ حَضْرَةِ التَّابِعِيِّ اَوْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ فِعْلُ اَحَدٍ فَاَقَرَّهُ التَّابِعِيُّ تَصْرِيْحاً اَوْ سَكَتَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ.

مقطوع تقریری وہ حدیث ہے جس میں کسی تابعی کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا گیا ہو یا اس تابعی کو کسی کام کے بارے میں بتایا گیا ہو اور اس تابعی نے اس کی صراحتاً تائید فرمائی ہو یا اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

سامنے کام ہونے پر صراحتاً تائید کی مثال:

عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ فِيْ رَجُلٍ اشْتَرٰی هِرًّا فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِشِرَائِهٖ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج6 ص414 رقم الحدیث 21924 باب فی ثمن السِّنَّورِ)

ترجمہ: امام حسن بصری (التابعی) رحمۃ اللہ علیہ نے بلی خریدنے والے شخص کے بارے میں فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

سامنے کام ہونے پر خاموشی کی مثال:

عَنْ أَدْهَمَ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعِيْدَيْنِ "تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ" فَيَرُدُّ عَلَيْنَا وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ عَلَيْنَا.

(شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث 3720)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز کے غلام ادہم فرماتے ہیں ہم عیدین کے موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیز کو ان الفاظ میں مبارک دیتے "امیر المؤمنین! اللہ پاک ہمارے اور آپ کے اعمال کو قبول فرمائیں" آپ رحمہ اللہ ہماری مبارک کا جواب دیتے اور ہمیں اس بات سے روکتے نہیں تھے۔

فصل نمبر 4: راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث مبارک کی تقسیم

راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث مبارک کی سولہ قسمیں ہیں:

حدیث صحیح لذاتہ	حدیث حسن لذاتہ	حدیث صحیح لغیرہ	حدیث ضعیف
حدیث حسن لغیرہ	موضوع	حدیث متروک	حدیث شاذ
حدیث محفوظ	حدیث منکَر	حدیث معروف	حدیث معلَّل
حدیث مضطرَب	حدیث مقلوب	حدیث مصحَّف	حدیث مدرَج

1: صحیح لذاتہ:

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

"وَهُوَ خَبَرُ الْوَاحِدِ الْمُتَّصِلُ السَّنَدِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ غَيْرُ مُعَلَّلٍ بِقَادِحٍ وَلَا شَاذٍّ."

(قواعد فی علوم الحدیث: ص35)

ترجمہ: صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو اس کو نقل کرنے والے سارے راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور وہ حدیث معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔

فائدہ:

- ❖ سند متصل: یعنی اس میں سارے راوی مذکور ہوں کوئی راوی گرا ہوا نہ ہو۔
- ❖ راوی عادل ہوں: یعنی وہ اچھی عادات کو اپنانے والے اور بری عادات سے بچنے والے ہوں۔
- ❖ کامل الضبط: یعنی حدیث سننے کے وقت سے لے کر بیان کرتے وقت تک حافظہ ٹھیک ہو۔
- ❖ معلل نہ ہو: یعنی راوی میں یا روایت میں ایسی پوشیدہ علت نہ ہو جو صحت حدیث کے لئے مضر ہو۔
- ❖ شاذ نہ ہو: یعنی اس حدیث میں ثقہ راوی جماعت ثقات کی یا اوثق کی مخالفت نہ کر رہا ہو۔

مثال:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 765 باب الجهر فی المغرب)

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ "الطور" پڑھتے ہوئے سنا۔

اس روایت میں صحیح لذاتہ کی مذکورہ بالا تمام شرائط موجود ہیں۔ اس لیے یہ حدیث "صحیح لذاتہ" ہے۔

2: حسن لذاتہ

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ وَالصِّفَاتُ الْاُخْرٰی فِیْهِ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص 34)

ترجمہ: حدیث حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، باقی ساری شرائط صحیح لذاتہ کی موجود ہوں۔

مثال:

حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ: قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوسٰى! آنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَرَجَعَ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَقَالَ: أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهٖ فَأَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهٖ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ.

(مسند احمد بن حنبل: ج 32 ص 309 رقم الحدیث 19538)

ترجمہ: حضرت ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کو دشمنوں کی موجودگی میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں کے نیچے ہیں"۔ لشکر میں سے ایک پراگندہ حال شخص نے پوچھا: اے ابو موسیٰ! کیا آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرمان مبارک کو سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا اور ان سے کہنے لگا: میں تم سب کو سلام کرتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر

(دشمنوں کی طرف) چل دیا اور دشمنوں سے لڑائی کرتا رہا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

اس روایت کا راوی "جعفر بن سلیمان" حسن درجے کا راوی ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث "حسن لذاتہ" کے درجہ کی بن جاتی ہے۔

چنانچہ دکتور محمود احمد الطَّحَّان لکھتے ہیں:

إِنَّ رِجَالَ إِسْنَادِهِ الْأَرْبَعَةَ ثِقَاتٌ إِلَّا جَعْفَرَ بْنَ سُلَيْمَانَ الضَّبْعِيَّ فَإِنَّهُ حَسَنُ الْحَدِيْثِ لِذٰلِكَ نَزَلَ الْحَدِيْثُ عَنْ مَرْتَبَةِ الصَّحِيْحِ إِلَى الْحَسَنِ.

(تیسیر مصطلح الحدیث: ص47)

ترجمہ: اس سند کے چار راوی ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان الضبعی کے، کیونکہ وہ "حسن الحدیث" درجے کا راوی ہے۔ اس لیے یہ حدیث "صحیح" کے درجے سے اتر کر "حسن" کے درجے پر آ جاتی ہے۔

3: صحیح لغیرہ:

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

اِنْ تَعَدَّدَتْ طُرُقُ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ بِمَجِيْئِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ أَقْوٰى أَوْ مُسَاوِيْهِ أَوْ طُرُقٍ أُخْرٰى وَلَوْ مُنْحَطَّةً فَهُوَ الصَّحِيْحُ لِغَيْرِهٖ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص34)

ترجمہ: اگر حدیث حسن لذاتہ متعدد طریق سے مروی ہو (جس کی ایک صورت یہ ہے) کہ اس کا ایک اور طریق مروی ہو جو پہلے طریق سے قوی یا اس کے برابر ہو یا (دوسری صورت یہ ہے کہ) اس کے کئی اور طریق مروی ہوں چاہے وہ پہلے طریق سے (صحت میں) کم درجہ کے ہوں تو ایسی (حسن لذاتہ حدیث) کو "صحیح لغیرہ" کہتے ہیں۔

مثال نمبر 1:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2855)

ترجمہ: اُبَیّ بن عباس بن سہل اپنے والد (عباس بن سہل) سے اور وہ اس (اُبَیّ بن عباس) کے دادا (حضرت

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہمارے باغ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا رہتا تھا جس کا نام "لُحَیف" تھا۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ أُبَيًّا هٰذَا ضَعَّفَهُ لِسُوءِ حِفْظِهِ أَحْمَدُ وَابْنُ مَعِينٍ وَالنَّسَائِيُّ وَحَدِيثُهُ حَسَنٌ، لٰكِنْ تَابَعَهُ عَلَيْهِ أَخُوهُ عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ فَارْتَقَى إِلٰى دَرَجَةِ الصِّحَّةِ.

(تدریب الراوی للسیوطی: ج1 ص176)

ترجمہ: اس روایت کے راوی "اُبَیّ" کو امام احمد، امام ابن معین اور امام نسائی نے حافظہ کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس راوی کی حدیث "حسن" ہے لیکن اس راوی کی متابعت اس کے بھائی عبد المہیمن نے کی ہے اس لیے یہ روایت صحت کے درجہ کو پہنچ چکی ہے۔

عبد المہیمن کی روایت یہ ہے:

وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ : مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّغَانِيُّ أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَهْلٍ ثَلاَثَةُ أَفْرَاسٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلِفُهُنَّ وَأَسْمَاؤُهُنَّ اللِّزَازُ وَاللُّحَيْفُ وَالظَّرِبُ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج10 ص25 رقم الحدیث 20297)

ترجمہ: عبد المہیمن بن عباس بن سہل اپنے والد (عباس بن سہل) سے اور وہ اس (عبد المہیمن بن عباس) کے دادا (حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی سہل کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے ہوتے تھے جنہیں وہ چارہ کھلاتے تھے۔ ان گھوڑوں کے نام لِزاز، لُحَیف اور ظَرِب ہیں۔

مثال نمبر 2:

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ".

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 22)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

امام ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح رحمہ اللہ (ت 643ھ) لکھتے ہیں:

فَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ مِنَ الْمَشْهُورِينَ بِالصِّدْقِ وَالصِّيَانَةِ ، لَكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْإِتْقَانِ، حَتَّى ضَعَّفَهُ بَعْضُهُمْ مِنْ جِهَةِ سُوءِ حِفْظِهِ، وَوَثَّقَهُ بَعْضُهُمْ لِصِدْقِهِ وَجَلَالَتِهِ، فَحَدِيثُهُ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ حَسَنٌ. فَلَمَّا انْضَمَّ إِلَى ذَلِكَ كَوْنُهُ رُوِيَ مِنْ أَوْجُهٍ أُخَرَ، زَالَ بِذَلِكَ مَا كُنَّا نَخْشَاهُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ سُوءِ حِفْظِهِ، وَانْجَبَرَ بِهِ ذَلِكَ النَّقْصُ الْيَسِيرُ، فَصَحَّ هَذَا الْإِسْنَادُ وَالْتَحَقَ بِدَرَجَةِ الصَّحِيحِ.

(مقدمۃ ابن الصلاح: ص 35)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن علقمہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو سچائی اور (جروحات سے) محفوظ ہونے میں معروف ہیں لیکن یہ پختہ کار لوگوں میں شامل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اسے بعض حضرات نے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی صداقت اور عظمت کے پیشِ نظر ثقہ قرار دیا ہے۔ اس اعتبار سے اس راوی کی حدیث "حسن" ہے لیکن اس روایت کے ساتھ ایک اور روایت بھی مل جاتی ہے جو دوسرے طریق سے مروی ہے تو اس راوی (محمد بن عمرو بن علقمہ) پر ہونے والا خدشہ بھی ختم ہو جائے گا کہ اس کا حافظہ کمزور ہے۔ تو اس راوی میں پایا جانے والے تھوڑا سا نقص بھی ختم ہو جائے گا۔ یوں یہ اسناد صحیح ہو جائے گی اور صحیح (لغیرہ) کے درجہ کو پہنچ جائے گی۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ (ت 643ھ) نے جن دیگر طرق کا ذکر کیا ہے امام ترمذی رحمہ اللہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَدِيثُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا عِنْدِي صَحِيحٌ لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ.

(سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 22)

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی) اس روایت کو محمد بن اسحاق؛ محمد بن ابراہیم سے، وہ ابو سلمہ سے، وہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ابو سلمہ کی روایت؛ ابو ہریرہ اور زید بن خالد دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں، کیونکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

4: ضعیف:

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) لکھتے ہیں:

وَالضَّعِيْفُ مَا لَمْ يَجْمَعْ صِفَةَ الْحَسَنِ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص 36)

ترجمہ: حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں حدیثِ حسن کی شرائط موجود نہ ہوں۔

مثال:

أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ، نَا أَبُو بَكْرٍ، نَا أَبُوْ مُوْسٰى، نَا مُؤَمَّلٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ.

(صحیح ابن خزیمۃ: ج 1 ص 272، رقم الحدیث 479 باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ علیہ السلام نے اپنے دئیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اپنے سینہ پر رکھا۔

اس روایت کا راوی "مُؤَمَّل بن اسماعیل" مجروح راوی ہے۔

- امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث.

(المغنی فی الضعفاء للذھبی: ج 2 ص 446، میزان الاعتدال للذھبی: ج 4 ص 417، تہذیب التھذیب لابن حجر: ج 6 ص 489)

- ناصر الدین البانی غیر مقلد اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

ضَعِيْفٌ لِسُوْءِ حِفْظِهٖ وَ كَثْرَةِ خَطَإِهٖ.

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج2 ص293)

ترجمہ: (مؤمل) اپنے خراب حافظے اور کثرت سے غلطیاں کرنے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

- عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو غیر مقلد اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سئ الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/ ۹۰) میں کہا ہے۔ ابو ذرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔“

(القول المقبول فی شرح و تعلیق صلاۃ الرسول از عبد الرؤف بن عبد الحنان غیر مقلد: ص340)

5: حسن لغیرہ:

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الضَّعِيفَ إِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ أَوْ تُأُيِّدَ بِمَا يُرَجِّحُ قُبُوْلُهُ فَهُوَ الْحَسَنُ لِغَيْرِهِ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص35)

ترجمہ: حدیث ضعیف اگر متعدد طرق سے مروی ہو، یا اسے ایسی تائید حاصل ہو جس کی وجہ سے قبولیت کی جہت کو ترجیح دی جائے تو اسے ”حسن لغیرہ“ کہتے ہیں۔

مثال:

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عِيسَى الْجُهَنِيُّ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ."

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 3386 بَاب مَا جَاءَ فِي رَفْعِ الأَيْدِي عِنْدَ الدُّعَاءِ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک واپس نہ کرتے جب تک اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے۔

اس روایت میں ایک راوی ہے: ”حماد بن عیسیٰ الجہنی“ یہ راوی ضعیف ہے۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

حَمَّادُ بْنُ عِيسَى بْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ الطُّفَيْلِ الْجُهَنِيُّ الْوَاسِطِيُّ نَزِيْلُ الْبَصْرَةِ ضَعِيفٌ.

(تقریب التہذیب: ص178 رقم الترجمۃ 1503)

ترجمہ: حماد بن عیسیٰ بن عبیدہ بن طفیل الجہنی الواسطی جو بصرہ میں رہائش پذیر تھا ضعیف راوی ہے۔

لیکن اس روایت کا ایک اور طریق ہے جو اس کا مؤید ہے۔ اس سے مل کر یہ روایت حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

وَلَهُ شَوَاهِدُ: مِنْهَا حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ: عَنْ أَبِي دَاوُدَ وَمَجْمُوعُهَا يَقْتَضِي أَنَّهُ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(بلوغ المرام لابن حجر: ص600، 601)

ترجمہ: اس حدیث کے کئی شواہد ہیں جن میں ایک شاہد سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ ان کے مجموعہ کا تقاضا ہے کہ یہ حدیث "حسن (لغیرہ)" ہے۔

فائدہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے جس شاہد کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : .... سَلُوا اللهَ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ وَلاَ تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوا بِهَا وُجُوهَكُمْ ».

(سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 1487)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے سیدھی ہتھیلیوں سے دعا مانگا کرو، اس سے ہتھیلیوں کی پشت سے نہ مانگا کرو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو۔

6: موضوع:

دکتور محمود احمد الطّحّان لکھتے ہیں:

هُوَ الْكَذِبُ الْمُخْتَلَقُ الْمَصْنُوْعُ الْمَنْسُوْبُ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(تیسیر مصطلح الحدیث: ص47)

ترجمہ: اپنی طرف سے جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دینا۔

مثال:

أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُصَيْرِ بْنِ الْقَاسِمِ الْخَوَّاصُ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ خُزَيْمَةَ الْهَرَوِيُّ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الدُّحَيْمِيُّ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُمْرَانَ الرَّقِّيُّ، ثنا عِصْمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ، ثنا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ.

(کتاب الخلافیات للبیہقی: ج2 ص385، 386)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور آپ یہ عمل سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ آپ کی ہمیشہ یہی نماز رہی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کا راوی "عصمہ بن محمد الانصاری" ہے جو حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

[۱]: امام یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا، يَرْوِيْ اَحَادِيْثَ كَذِبًا... مِنْ اَكْذَبِ النَّاسِ... يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

(تاریخ بغداد: ج10 ص210، میزان الاعتدال: ج3 ص75، الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج3 ص340)

ترجمہ: یہ جھوٹا تھا، جھوٹی احادیث روایت کرتا تھا، سب سے زیادہ جھوٹ بولتا تھا اور جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔

[۲]: امام عقیلی فرماتے ہیں:

يُحَدِّثُ بِالْاَبَاطِيْلِ عَنِ الثِّقَاتِ.

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ج3 ص340، میزان الاعتدال ج3 ص75)

ترجمہ: ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے باطل حدیثیں بیان کرتا تھا۔

7: متروک

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

مَا كَانَ رَاوِيْهِ مُتَّهَمًا بِالْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يَكُوْنَ حَدِيْثُهٗ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ غَيْرَ مَرْوِيٍّ إِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ أَوْ بِأَنْ يَكُوْنَ كِذْبُهٗ فِيْ كَلَامِ النَّاسِ خَاصَّةً وَيُعْرَفُ بِهٖ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص43)

ترجمہ: حدیث متروک وہ حدیث ہے جس کے راوی پر یہ تہمت ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس راوی کی حدیث قواعد معلومہ (فی الدین) کے خلاف ہو اور وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو یا وہ راوی ایسا ہو جس کا جھوٹ صرف عام گفتگو میں ہو (حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو) اور وہ اس میں معروف بھی ہو۔

فائدہ:

حدیث کا متروک ہونا دو طرح سے معلوم ہو سکتا ہے:

1: راوی پر یہ تہمت ہو کہ وہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولتا ہے۔ اس کا جھوٹ اس طرح ثابت ہو گا کہ اس کی نقل کردہ روایت؛ قرآن وسنت سے ثابت شدہ قواعد و قوانین کے خلاف ہو اور یہ روایت کسی اور راوی سے مروی نہ ہو۔

2: راوی سے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنا تو ثابت نہ ہو البتہ اپنی روزمرہ کی گفتگو میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

چنانچہ جس راوی پر "متروک" ہونے کی جرح ہو گی وہ مذکورہ بالا دو امور میں سے کسی ایک کا حامل ہو گا اور اس کی روایت متروک ہو گی۔

مثال:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَيَّارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى

الْوَقَارُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَلَمَّا قَضَاهَا قَالَ: "هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعِي بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ ؟". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ إِذَا أَسْرَرْتُ بِقِرَاءَتِي فَاقْرَءُوا مَعِي وَإِذَا جَهَرْتُ بِقِرَاءَتِي فَلَا يَقْرَأَنَّ مَعِي أَحَدٌ".

(سنن الدار قطنی: ج3 ص394 رقم الحدیث 1280)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا ہے؟ مقتدیوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے پڑھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بھی کہوں کہ کیوں قرآن کریم میں مجھ سے منازت ہو رہی ہے۔ چنانچہ جب میں آہستہ آواز میں قراءت کروں تو تم بھی میرے ساتھ قراءت کیا کرو اور جب میں بلند آواز سے قراءت کروں تو میرے ساتھ کوئی بھی قراءت نہ کیا کرے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی الدار قطنی رحمہ اللہ (ت 385ھ) فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ زَكَرِيَّا الْوَقَارُ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ مَتْرُوكٌ.

(سنن الدار قطنی: ج3 ص394 رقم الحدیث 1280)

ترجمہ: اس روایت کو روایت کرنے میں زکریا الوقار متفرد ہے۔ یہ منکر الحدیث اور متروک راوی ہے۔

8: شاذ

دکتور محمود احمد الطّحّان لکھتے ہیں:

مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ.

(تیسیر مصطلح الحدیث للطحان: ص90)

ترجمہ: "شاذ" وہ حدیث ہے جسے کسی مقبول (عادل و ضابط) راوی نے اپنے سے زیادہ بہتر راوی کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کیا ہو۔

مثال:

" حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الجَهْضَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ المُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ"

(سنن الترمذی: باب فی سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم کان حین مات)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پینسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔

9: محفوظ

دکتور محمود احمد الطّحّان لکھتے ہیں:

فَالْمَحْفُوظُ: ....مَا رَوَاهُ الْاَوْثَقُ مُخَالِفًا لِرِوَايَةِ الثِّقَةِ.

(تیسیر مصطلح الحدیث للطحان: ص91)

ترجمہ: "محفوظ" وہ حدیث ہے جسے اوثق (ثقاہت میں اعلیٰ درجہ کے راوی) نے ثقہ راوی کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کیا ہو۔

مثال:

[روایت نمبر1]: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً.

(صحیح مسلم: رقم الحدیث4336)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے اور مدینہ میں دس سال رہے۔ آپ کی عمر بوقت وفات تریسٹھ برس ہوئی۔

[روایت نمبر2]: " حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يَعْنِي يُوحَى إِلَيْهِ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ"

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ. وَأَنَسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

(سنن الترمذی: باب فی سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم کان حین مات)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے اور آپ کی وفات تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس باب میں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی) حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

وضاحت:

ان احادیث مبارکہ میں سے پہلی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد عمار مولیٰ بنی ہاشم ہیں جو عمر مبارک 65 سال نقل کرتے ہیں۔ دوسری دو روایات میں سے ایک کے راوی ابو حمزہ الضبعی اور دوسری روایت کے راوی عمرو بن دینار؛ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عمر مبارک 63 سال نقل کرتے ہیں۔

عمار مولیٰ بنی ہاشم راوی ثقہ ہیں لیکن ابو جمرہ الضبعی اور عمرو بن دینار اوثق ہیں۔ اس لیے عمار مولیٰ بنی ہاشم کی روایت "شاذ" اور ابو جمرہ الضبعی اور عمرو بن دینار "محفوظ" ہو گی۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

وَرِوَايَةُ الْجَمَاعَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ أَصَحُّ فَهُمْ أَوْثَقُ وَأَكْثَرُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج5 ص280)

ترجمہ: ان افراد کی روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تریسٹھ سال نقل کرتے ہیں زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ راوی زیادہ ثقہ ہیں اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔

10: منکر

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُنْكَرُ: مَا رَوَاهُ الضَّعِيْفُ مُخَالِفًا لِلْمَقْبُوْلِ (مُخَالَفَةً كَذٰلِكَ) وَمُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ: الْمَعْرُوْفُ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص 42)

ترجمہ: ”منکر“ وہ حدیث ہے جسے کوئی ضعیف راوی مقبول راوی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرے (ضعیف راوی کی روایت مقبول راوی کی روایت کے اس طرح مخالف ہو جس سے مقبول راوی کی روایت کی تردید لازم آتی ہو)۔ منکَر کی مقابل روایت کو ”معروف“ کہتے ہیں۔

مثال:

وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى الصَّدَفِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَرَّةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَمَرَّةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ». أَخْبَرَنَاهُ أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمٍ حَدَّثَنَا دُحَيْمٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى فَذَكَرَهُ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال الأضحیٰ جائز یوم النحر: رقم الحدیث 19720)

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے ہیں۔

11: معروف

فَالْمَعْرُوْفُ: مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًا لِلضَّعِيْفِ (مُخَالَفَةً كَذٰلِكَ)

(قواعد فی علوم الحدیث: ص 42)

ترجمہ: ”معروف“ وہ حدیث ہے جسے کوئی مقبول راوی ضعیف راوی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرے (مقبول راوی کی روایت ضعیف راوی کی روایت کے اس طرح مخالف ہو جس سے ضعیف راوی کی روایت کی تردید لازم آتی ہو)۔

مثال:

رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ فِي "مُسْنَدِهِ" مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى أَيَّامَ التَّشْرِيقِ: "أَلَا إِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنِكَاحٍ". انْتَهَى.

(نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ لجمال الدین عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی ت 762ھ: ج2 ص485)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ لوگوں اعلان کرو کہ یہ دن کھانے، پینے اور ہمبستری کرنے کے ہیں۔

وضاحت:

پہلی روایت میں ایک راوی "معاویہ بن یحیی الصدفی" ہے جو انتہائی ضعیف ہے۔

- عَنْ یَحْیَی بْنِ مَعِیْنٍ أَنَّہٗ قَالَ: مُعَاوِیَۃُ بْنُ یَحْیَی الصَّدَفِیُّ لَاشَیْئَ.

ترجمہ: امام یحیی بن معین (ت 233ھ) فرماتے ہیں: معاویہ بن یحییٰ صدفی کی حدیث میں کچھ حیثیت نہیں۔

- سَأَلْتُ أَبَازُرْعَۃَ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ یَحْیَی الصَّدَفِیِّ فَقَالَ: لَیْسَ بِقَوِیٍّ.

ترجمہ: میں (یعنی ابو محمد عبد الرحمن) نے امام ابو زرعہ الرازی (ت 264ھ) سے معاویہ بن یحییٰ صدفی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج8 ص384)

دوسری روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ پہلی روایت کا راوی "معاویہ بن یحییٰ الصدفی" ایسی روایت نقل کر رہا ہے جو ثقات کی روایت کے مخالف ہے۔

اس لئے ان میں سے پہلی روایت (روایتِ ابوہریرہ وابو سعید الخذری رضی اللہ عنہما) "منکر" اور دوسری روایت (روایت زید بن خالد رضی اللہ عنہ) "محفوظ" ہے۔

12: معلَّل

علامہ شیخ طاہر بن محمد صالح الجزائری الدمشقی رحمہ اللہ (ت 1338ھ) لکھتے ہیں:

فَالْحَدِیْثُ الْمُعَلَّلُ ھُوَ الْحَدِیْثُ الَّذِی اطُّلِعَ فِیْہِ عَلٰی عِلَّۃٍ تَقْدَحُ فِیْ صِحَّتِہٖ، مَعَ أَنَّ ظَاھِرَہُ السَّلَامَۃُ مِنْھَا.

(توجیہ النظر الی اصول الاثر: ج2 ص600)

ترجمہ: "معلل" وہ حدیث ہے جو بظاہر بے عیب ہو لیکن اس میں کوئی کوئی ایسی پوشیدہ علت معلوم ہو جائے جو صحت حدیث کے لئے نقصان دہ ہو۔

فائدہ:

ایسی مخفی علت عموماً سند میں ہوتی ہے۔ جیسے بعض غیر مقلدین کا صحیح ابن خزیمہ کے متن کے ساتھ صحیح

مسلم کی سند لگا کر پیش کرنا۔

أَخْبَرَنَا أَبُوْ طَاهِرٍ نَا أَبُوْ بَكْرٍ نَا أَبُوْ مُوْسٰى نَا مُؤَمَّلٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ.

(صحیح ابن خزیمۃ: ج1 ص272، رقم الحدیث479 باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ علیہ السلام نے اپنے دئیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اپنے سینہ پر رکھا۔

اس حدیث کی اصل سند یہی ہے لیکن اس میں چونکہ راوی مؤمل بن اسماعیل مجروح ہے۔ تصریحات ملاحظہ ہوں:

- امام بخاری فرماتے ہیں: مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ.

(المغنی فی الضعفاء للذھبی: ج2 ص446، میزان الاعتدال للذھبی: ج4 ص417)

- ناصر الدین البانی غیر مقلد اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

ضَعِيْفٌ لِسُوْءِ حِفْظِهٖ وَ كَثْرَةِ خَطَإِهٖ.

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج2 ص293)

ترجمہ: (مؤمل) اپنے خراب حافظے اور کثرت سے غلطیاں کرنے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

- عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو غیر مقلد اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سئی الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/ ۹۰) میں کہا ہے۔ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔“

(القول المقبول فی شرح وتعلیق صلاۃ الرسول از عبد الرؤف بن عبد الحنان غیر مقلد: ص340)

جب اس روایت کا راوی مؤمل بن اسماعیل مجروح ہے تو غیر مقلدین نے اس سند کی جگہ صحیح مسلم کی یہ سند لگا دی:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَفَّانَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلًى لَهُمْ عَنْ أَبِيْهِ.

(فتاوی ثنائیہ: ج1ص442، فتاویٰ علماء حدیث: ج3ص91)

13 مُضطَرِب:

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

حَدِیْثٌ یُرْوٰی عَلٰی أَوْجُهٍ مُخْتَلِفَةٍ مُتَسَاوِیَةٍ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ رَاوٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ أَوْ أَكْثَرَ أَوْ مِنْ رَاوٍ ثَانٍ أَوْ مِنْ رُوَاةٍ وَلَا مُرَجِّحَ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص44)

ترجمہ: مضطرب وہ حدیث ہے جو ایک راوی سے مختلف الفاظ سے مروی ہو یا کئی روات سے مختلف الفاظ سے مروی ہو اور وہ قوت میں برابر ہوں، ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح بھی نہ دی جاسکے۔

ایک ہی راوی سے مروی روایت کی مثال:

"حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الطُّفَیْلِ، عَنْ شَرِیكٍ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ".

(سنن الترمذی: باب ماجاء أن في المال حقا سوی الزکاۃ)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات کے بھی حقوق ہیں۔

" حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِیكٍ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: «لَیْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ."

(سنن ابن ماجۃ: باب ما أُدِّيَ زكاتُهٗ لیس بکنز)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ان سے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں۔

یہ دو روایتیں ہیں اور دونوں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ ان دونوں میں جو اضطراب ہے اس کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں۔

مختلف رواۃ سے مروی روایت کی مثال:

حدیثِ جاریہ کئی رواۃ سے مروی ہے۔

1: عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : .... كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا وَاَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ آدَمَ اٰسَفُ كَمَا يَأْسَفُوْنَ لٰكِنِّيْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ. قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! اَفَلَا اُعْتِقُهَا؟ قَالَ: اِئْتِنِيْ بِهَا. فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا: "اَيْنَ اللهُ؟" قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ. قَالَ: "مَنْ اَنَا؟" قَالَتْ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ. قَالَ: "اَعْتِقْهَا ،فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ."

(صحیح مسلم: ج1ص 203، 204باب تحریم الکلام فی الصلوۃ الخ)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ایک باندی تھی' جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن میں وہاں آنکلا تو دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں مجھ کو بھی غصہ آجاتا ہے۔ میں نے اس کو ایک طمانچہ مارا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا یہ فعل بہت بڑا قرار دیا۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا میں اس باندی کو آزاد نہ کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بھیجا ہے) تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آزاد کردے اس لیے کہ یہ مؤمنہ ہے۔

2: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً. فَقَالَ لَهَا: "أَيْنَ اللهُ؟" فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِإِصْبَعِهَا. فَقَالَ لَهَا: "فَمَنْ أَنَا؟" فَأَشَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى السَّمَاءِ يَعْنِي أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ: "أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ."

(سنن ابی داود: بَاب فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی سیاہ رنگ کی باندی کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میرے ذمہ ایک مومن کو آزاد کرنا ہے (تو کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟) آپ علیہ السلام نے باندی سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا میں کون ہوں ء اس نے آپ کی طرف اور آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ مومنہ ہے، اس کو آزاد کر دو۔

3: عَنِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ تُعْتَقَ عَنْهَا رَقَبَةٌ وَإِنَّ عِنْدِي جَارِيَةً نُوبِيَّةً أَفَيُجْزِءُ عَنِّي أَنْ أُعْتِقَهَا عَنْهَا؟ قَالَ: "ائْتِنِي بِهَا." فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَبُّكِ؟" قَالَتْ: الله. قَالَ: "مَنْ أَنَا؟" قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. قَالَ: "فَأَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ."

(سنن النسائی: کتاب الوصایا، باب فضل الصَّدَقَةِ عن الميّت)

ترجمہ: حضرت شرید بن سوید فرماتے ہیں میں لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میری والدہ نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے ایک باندی آزاد کرنا میرے پاس ایک سیاہ رنگ کی باندی ہے کیا میرے لئے جائز ہے کہ اس کو والدہ کی طرف سے آزاد کر دوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس باندی کو میرے پاس لے آو میں لیکر خدمت میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام نے باندی سے پوچھا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا اللہ۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں اس پہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ مومنہ ہے اس کو آزاد کر دو۔

4: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ جَارِيَةً لِي كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا لِي فَجِئْتُهَا وَقَدْ فُقِدَتْ شَاةٌ مِنَ الْغَنَمِ فَسَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ: أَكَلَهَا الذِّئْبُ. فَأَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ أَفَأُعْتِقُهَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيْنَ اللهُ؟" فَقَالَتْ: فِي السَّمَاءِ. فَقَالَ: "مَنْ أَنَا؟" فَقَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَعْتِقْهَا."

(مؤطامالک:بَاب مَا يَجُوزُ مِنَ الْعِتْقِ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ)

ترجمہ:حضرت عمر بن حکم فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے جو بکریاں چراتی ہے میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم ہو چکی تھی میں اس باندی سے بکری کے بارے پوچھا تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا کھا گیا، انسان ہونے کی وجہ سے مجھے اس پہ غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرے پہ تھپڑ مار دیا۔ اور میرے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا بھی ہے تو کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بھیجا ہے) تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کر دے۔

5: عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ لَهُ سَوْدَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَإِنْ كُنْتَ تَرَاهَا مُؤْمِنَةً أُعْتِقُهَا. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَشْهَدِينَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: أَتَشْهَدِينَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: "أَتُوقِنِينَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَعْتِقْهَا."

(موطامالک:بَاب مَا يَجُوزُ مِنَ الْعِتْقِ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ)

ترجمہ:حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص اپنی سیاہ رنگ کی باندی کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میرے ذمہ ایک مومن کو آزاد کرنا ہے اگر آپ اس باندی کو مومن سمجھتے ہیں تو میں اس کو آزاد کرتا ہوں آپ علیہ السلام نے باندی سے پوچھا کیا تو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا جی بالکل۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تو قیامت پہ یقین رکھتی ہے؟ اس نے کہا جی رکھتی ہوں آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔

وجوہ اضطراب:

ان متون کو دیکھا جائے تو کئی قسم کا اضطراب پایا جاتا ہے مثلاً

(1) باندی کس کی تھی؟ مالک کا نام کیا ہے؟ اس بارے روایات میں نام مختلف ہیں۔ چنانچہ

☼ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق باندی حضرت معاویہ بن حکم السلمی کی تھی۔

☼ سنن ابی داؤد میں رجلاً ہے نام کا ذکر نہیں۔

☼ سنن النسائی کی روایت میں شرید بن سوید ہے۔

☼ جبکہ مؤطا کی ایک روایت میں مالک کا نام عمر بن حکم اور دوسری میں رجلاً من الانصار کے الفاظ ہیں۔

(2) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے سوال کیا کیا؟

☼ صحیح مسلم اور ابو داؤد اور موطا کی ایک روایت میں سوال ”اَیْنَ اللہُ“ اور ”مَنْ اَنَا“ کے الفاظ سے ہے۔

☼ سنن النسائی میں سوال ”مَنْ رَبُّكِ“ اور ”مَنْ اَنَا“ کے الفاظ سے ہے۔

☼ مؤطا کی دوسری حدیث میں ”أَتَشْهَدِینَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہُ“ ہے نیز مؤطا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید ورسالت کے ساتھ قیامت کے متعلق بھی پوچھا باقی روایات میں قیامت کا تذکرہ نہیں۔

(3) باندی نے جواب کیا دیا؟

☼ صحیح مسلم اور موطا کی ایک روایت میں ”اَیْنَ اللہُ“ کا جواب ”فِی السَّمَاءِ“ سے اور ”مَنْ اَنَا“ کا جواب ”رَسُوْلُ اللہِ“ سے دیا۔

☼ سنن ابی داؤد میں ”اَشَارَتْ اِلَی السَّمَاءِ“ اور ”اَشَارَتْ اِلَی النَّبِیِّ“ کے الفاظ ہیں۔

☼ سنن النسائی میں جواب لفظ ”اللہ“ اور ”اَنْتَ رَسُوْلُ اللہِ“ سے دیا۔

☼ جبکہ مؤطا کی دوسری روایت میں جواب ”نَعَمْ“ کے لفظ سے ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ یہ حدیث متن کے اعتبار سے مضطرب ہے اور اضطراب کی وجہ سے حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی۔

14: مقلوب

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

مَا وَقَعَ فِیْهِ تَقْدِیْمٌ أَوْ تَأْخِیْرٌ أَوْ تَغْیِیْرٌ وَتَبْدِیْلٌ كَذٰلِكَ إِمَّا فِی الْإِسْنَادِ.... أَوْ فِی الْمَتْنِ.

(قواعد فی علوم الحدیث ص44)

ترجمہ: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں تقدیم و تاخیر ہو جائے یا ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی، ایک لفظ کی جگہ

دوسرا لفظ آجائے۔

مقلوب کی قسمیں:

مقلوب کی دو قسمیں ہیں.

1: مقلوب السند 2: مقلوب المتن

مقلوب السند:

جس کی سند میں میں تقدیم و تاخیر یا تغیر و تبدل ہو جائے یعنی ایک راوی اور اس کے والد کے نام میں تبدیلی ہو جائے۔

مثال:

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِي؟ فَقَالَ: حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ ؟ قَالَ: لَا. قَالَ أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: مَا جِئْتُ إِلَّا فِي طَلَبِ هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 2682)

ترجمہ: قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ دمشق میں قیام پذیر تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اے میرے بھائی! تم کس غرض سے یہاں آئے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا: مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں (تو میں اسی حدیث کو آپ سے سننے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم کسی اور

ضرورت کی وجہ سے تو نہیں آئے؟ اس نے عرض کی: نہیں، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: کیا تم کسی تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے؟ اس نے عرض کی: نہیں، بلکہ میں تو صرف اس حدیث کو حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے (اس شخص کو حدیث بیان کرتے ہوئے) فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی راستہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اسے جنت کے راستہ پر چلا دیتا ہے۔ فرشتے؛ طالب علم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان اور زمین کی مخلوقات دعائے مغفرت کرتی ہیں حتی کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر ہوتی ہے۔ بے شک علماء؛ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کسی کو دینار اور دراہم (یعنی مال و دولت) کا وارث نہیں بنا کر جاتے بلکہ وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں۔ اس لیے جس نے اس علم کو حاصل کر لیا تو اس نے پورا پورا حصہ حاصل کر لیا۔

فائدہ: اس حدیث مبارک میں راوی کا اصل نام "کثیر بن قیس" تھا لیکن غلطی سے "قیس بن کثیر" نقل ہو گیا ہے۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

وَسَمَّاهُ التِّرْمِذِيُّ- أَيْ كَثِيرَ بْنَ قَيْسٍ -قَيْسَ بْنَ كَثِيرٍ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَثِيرُ بْنُ قَيْسٍ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ج2 ص126 کتاب العلم)

ترجمہ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس راوی؛ کثیر بن قیس کو "قیس بن کثیر" کے نام سے ذکر کر دیا ہے (جو کہ صحیح نہیں، بلکہ) صحیح یہ ہے کہ یہ راوی "کثیر بن قیس" ہیں۔

مقلوب المتن: حدیث کے الفاظ میں تبدیلی ہو جائے۔

مثال:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي

أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

(صحیح مسلم: باب فضل اِخفاء الصدقۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا:

[1]: عدل کرنے والا حکمران۔

[2]: وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی قربان کرے۔

[3]: وہ آدمی جس کا دل مسجد کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

[4]: ایسے دو آدمی جنھوں نے اللہ کی رضا کے لئے محبت کی؛ اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔

[5]: ایسا آدمی جسے خوبصورت اور بڑے خاندان والی عورت نے گناہ کی دعوت دی مگر اس (آدمی) نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

[6]: وہ شخص جس نے چھپا کر صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ جو کچھ خرچ کر رہا ہے اسے دایاں ہاتھ نہیں جانتا۔

[7]: وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

اس حدیث مبارک کے آخری جملے میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ اصل یوں تھا "حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ.

چنانچہ علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) لکھتے ہیں:

(وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ) هٰكَذَا وَقَعَ فِي جَمِيعِ نُسَخِ مُسْلِمٍ فِي بِلَادِنَا وَغَيْرِهَا، وَكَذَا نَقَلَهُ الْقَاضِيْ عَنْ جَمِيعِ رِوَايَاتِ نُسَخِ مُسْلِمٍ (لَا تَعْلَمُ يَمِيْنُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ) وَالصَّحِيحُ الْمَعْرُوفُ (حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ) هٰكَذَا رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّإِ وَالْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَئِمَّةِ.

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص331)

ترجمہ: ہمارے اور دیگر شہروں میں موجود صحیح مسلم کے نسخوں میں حدیث کے الفاظ " وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ " منقول ہیں۔ قاضی (ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی رحمہ اللہ) نے بھی صحیح مسلم سے مروی تمام نسخوں سے یہی الفاظ "لَا تَعْلَمُ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ" نقل کیے ہیں جبکہ صحیح اور معروف یہ الفاظ ہیں: "حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ" یہی الفاظ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی "مؤطا" میں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں اور دیگر ائمہ نے بھی روایت کیے ہیں۔

فائدہ:

سند یا متن میں تبدیلی کئی وجہ سے ہوتی ہے۔

[1]: غلطی کی وجہ سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔

پھر یہ تبدیلی کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں۔

سند میں غلطی کی وجہ سے تبدیلی کی مثال:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ الْبَهْزِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ؟ أَيُّ اللَّيْلِ أَسْمَعُ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج15 ص252 رقم الحدیث 17144)

ترجمہ: حضرت مرہ بن کعب بن مرہ البَهْزِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! رات کے کس حصہ میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں۔

راوی کا صحیح نام "کعب بن مُرّہ" ہے لیکن اس روایت میں اسے "کعب بن مُرّہ" کے بجائے "مُرَّہ بن کعب" کہہ دیا گیا ہے۔

چنانچہ شیخ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری الدمشقی (ت1338ھ) لکھتے ہیں:

وَمِثَالُ الْقَلْبِ فِي الْإِسْنَادِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ قَلْبُ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ إِلَى مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ.

(توجیہ النظر الی اصول الاثر: ج2ص578)

ترجمہ: قلب فی الاسناد کی مثال جو زیادہ تر وقوع پذیر ہوتی ہے وہ راوی "کعب بن مُرَّہ" کا نام "مُرَّہ بن کعب" سے تبدیل ہو جانا ہے۔

متن میں غلطی کی وجہ سے تبدیلی کی مثال:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اخْتَصَمَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ إِلَى رَبِّهِمَا فَقَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ! مَا لَهَا لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ. وَقَالَتِ النَّارُ: يَعْنِي أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِي وَقَالَ لِلنَّارِ: أَنْتِ عَذَابِي أُصِيبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا قَالَ: فَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَإِنَّهُ يُنْشِئُ لِلنَّارِ مَنْ يَشَاءُ فَيُلْقَوْنَ فِيهَا فَ ﴿تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾ ثَلَاثًا حَتَّى يَضَعَ فِيهَا قَدَمَهُ فَتَمْتَلِئُ وَيُرَدُّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ: قَطْ قَطْ قَطْ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7449)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور جہنم نے اپنے رب کے سامنے آپس میں جھگڑا کیا۔ جنت نے کہا: اے رب! میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں کمزور اور گرے پڑے لوگ ہی داخل ہوں گے۔ جہنم نے کہا: مجھے تو متکبر لوگوں کے لیے خاص کر دیا گیا ہے۔ اس پر اللہ رب العزت نے جنت سے فرمایا: (اے جنت!) تو میری رحمت ہے اور جہنم سے فرمایا کہ (اے جہنم!) تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعہ جسے چاہتا ہوں اس میں مبتلا کرتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک میں (لوگوں کا) داخلہ ہونے والا ہے۔ فرمایا کہ جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا (یعنی جن کے عقائد واعمال کی وجہ سے جنت ان کا حق بنتی ہے تو انہیں ضرور جنت میں داخل کرے گا) اور جہنم کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی ایک مخلوق پیدا کرے گا، جب وہ مخلوق جہنم میں ڈالی جائے گی تو جہنم پکارے گی: "کیا ابھی کوئی اور (مخلوق) بھی ہے؟" جہنم ایسا تین بار کہے گی۔ بالآخر اللہ رب العزت اپنا قدم اس میں رکھ دے گا تو اس وقت جہنم بھر جائے گی۔ تو اس وقت جہنم کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی طرف سمٹ جائے گا اور اس وقت وہ کہے گی کہ بس! بس! بس! (میں بھر گئی ہوں)

اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

”وَإِنَّهُ يُنْشِئُ لِلنَّارِ مَنْ يَشَاءُ فَيُلْقَوْنَ فِيهَا“

کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالنے کے لیے کوئی مخلوق پیدا کریں گے حالانکہ یہ درست نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ یہ شانِ عدل کے خلاف ہے اور دوسرا اس لیے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے مخلوق پیدا کریں گے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ يُلْقَى فِيهَا {وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ} حَتَّى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعَالَمِينَ قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ تَقُولُ: قَدْ قَدْ بِعِزَّتِكَ وَ كَرَمِكَ وَلَا تَزَالُ الْجَنَّةُ تَفْضُلُ حَتَّى يُنْشِئَ اللهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7384)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنمیوں کو برابر جہنم میں ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہے جائے گی: ”کیا ابھی کوئی اور (مخلوق) بھی ہے؟“ یہاں تک کہ رب العالمین اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے تو اس وقت جہنم کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی طرف سمٹ جائے گا اور اس وقت وہ کہے گی کہ بس! بس! آپ کی عزت اور کرم کی قسم۔ اور جنت میں جگہ باقی رہ جائے گی یہاں تک کہ اللہ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا اور وہ لوگ جنت کے باقی حصے میں رہیں گے۔

اس میں واضح ہے کہ وہ مخلوق جنت کے لیے پیدا ہو گی نہ کہ جہنم کے لیے۔ لہذا اوپر والی حدیث راوی کی وجہ مقلوب ہو گئی ہے۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَابِسِيُّ: الْمَعْرُوفُ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ اَنَّ اللهَ يُنْشِئُ لِلْجَنَّةِ خَلْقًا وَاَمَّا النَّارُ فَيَضَعُ فِيهَا قَدَمَهُ.... وَقَدْ قَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ: إِنَّ هٰذَا الْمَوْضِعَ مَقْلُوبٌ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج 13 ص 436)

ترجمہ: امام ابو الحسن القابسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (حدیث کے) اس مقام پر معروف بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ

جنت کے لیے مخلوق پیدا فرمائیں گے۔ جہاں تک جہنم کا تعلق ہے تو اس میں اپنا قدم رکھیں گے....(اسی وجہ سے) ائمہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ (اس حدیث کا) یہ حصہ مقلوب ہے۔